بانی: مجتہد العصر مفتی دوراں حضرت العلام حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑیؒ
بیاد سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑیؒ

ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لاہور

جماعت اہلحدیث کی ترجمان

یداللہ علی الجماعۃ ۔ ترمذی
لاجماعۃ الا بامارۃ ۔ دارمی

مدیر مسئول: حافظ محمد جاوید روپڑی
نگرانِ اعلیٰ: عاصم نعیم اظہر روپڑی

جلد 56 | جمعۃ المبارک 20 جمادی الاول 1433ھ 13 تا 19 اپریل 12ء | شمارہ 15 | فون 7656730 فیکس 7659847

بے عمل واعظوں کا حال!

عن اسامه بن زيد قال قال رسول الله ﷺ يجاء بالرجل يوم القيامة فيلقى فى النار فتندلق اقتابه فى النار فيطحن فيها كطحن الحمار برحاه فيجتمع اهل النار عليه فيقولون اى فلان ماشانك اليس كنت تامرنا بالمعروف وتنهانا عن المنكر قال كنت امركم بالمعروف ولا اتيه وانهاكم عن المنكر واتيه.[متفق عليه]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ بس اس کا پیٹ پھٹ کر اس کی آنتیں جہنم میں گر پڑیں گی اور وہ شخص اس آنت کے گرد اسی طرح گھومے گا جس طرح گدھا اپنی چکی کے گرد گھومتا ہے۔ تب جہنم والے اس کے نزدیک جمع ہوں گے اور کہیں گے اے فلانے! یہ تمہاری کیا حالت ہے؟ کیا تم لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کیا کرتے تھے؟ وہ کہے گا میں تم لوگوں میں امر بالمعروف کرتا تھا لیکن خود اس کو نہ کرتا تھا اور تم لوگوں کو بری باتوں سے روکتا تھا اور میں خود ان کو کرتا تھا۔

جامعہ اہل حدیث کا ویب سائٹ ایڈریس www.jaamia.com

خلیفہ اول کا خطبہ اول اور موجودہ جمہوری حکمرانوں کا طرزِ عمل

﴿ حافظ عبدالقادر روپڑی رحمة الله عليه ﴾

(۱)یایها الناس فوالله ماکنت حریصا علی الامارة یوما ولا لیلة قط. اے لوگو! مجھے امیر بننے کی حرص نہ کبھی دن میں تھی نہ رات میں۔

(۲)ولا کنت راغبا فیها. اور نہ میں نے اس کی خواہش اور رغبت کی۔

(۳)ولا سألتها الله عزوجل فی سر و علانیة. اور نہ میں چھپ کر یا ظاہر اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

(۴)ولکنی اشفقت من الفقنة. لیکن مجھے یہ خوف ہوا کہ کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو جائے۔

(۵)ومالی فی الامارة من راحة. اور میرے لیے حکومت میں کوئی راحت اور خوشی نہیں ہے۔

(۶)ولکنی کلفت امرا عظیما مالی به طاقة. مجھے ایسے امر عظیم کی تکلیف دی گئی ہے، جس کے برداشت کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔

(۷)ولا یدان الا بتقویة الله عزوجل. اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر میں اس پر قابو نہیں پا سکتا۔

(۸)انی قد ولیت علیکم ولست بخیر کم. میں تمہارا امیر بنا دیا گیا ہوں، لیکن میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔

(۹)فان احسنت فاعینونی. اگر میں نیکی کروں تو میری مدد کرو۔

(۱۰)وان سأت فقو مونی. اور اگر بے راہ چلوں تو مجھے سیدھا کر دو۔

(۱۱)الصدق امانة والکذب خیانة. سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔

(۱۲)والضعیف فیکم قوی عندی حتی ارد علیه حقه ان شاء الله. جو تم میں کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے، میں ان شاءاللہ اس کا حق دلوا کے چھوڑوں گا۔

(۱۳)والقوی عنکم ضعیف عندی حتی اخذ الحق منه ان شاء الله. اور جو تم میں سے سب سے زیادہ طاقتور ہے وہ میری نظر میں کمزور ہے، میں اس سے حق لے کر چھوڑوں گا۔ان شاءاللہ

(۱۴)لایدع القوم الجهاد فی سبیل الله الا خربهم الله بالذل.
جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اسے ناکارہ اور ذلیل کر دیتا ہے۔

(۱۵)ولا یشیع الفاحشة فی قوم الا عمهم الله بالبلآء. جس قوم میں بے حیائی پھیل جاتی ہے اس پر عام طور پر عذابِ الٰہی نازل ہو جاتا ہے

(۱۶)واطیعونی مآ اطعت الله ورسوله. میں جب تک اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو۔

(۱۷)فاذا عصیت الله ورسوله فلا طاعة لی علیکم. اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں، تو پھر تم کو میری اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔

☆..........☆..........☆

جماعت اہلحدیث پاکستان کا ترجمان
ہفت روزہ
تنظیم اہلحدیث
لاہور

مدیر مسئول
حافظ محمد جاوید روپڑی

جلد 56 ☆ شمارہ 15
20 جمادی الاول ☆ 1433ھ
13 اپریل ☆ 2012ء
C.P.L - 104

فون: 7670968 / 7656730 فیکس : 7659847

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی
مدیر: پروفیسر میاں عبدالمجید
مدیر انتظامی : حافظ عبدالوہاب روپڑی
معاون مدیر : حافظ عبدالجبار مدنی
نائب مدیر انتظامی : مولانا عبداللطیف حلیم
منیجر : شہادت طور
0300-4583187
کمپوزنگ/ڈیزائننگ : وقار عظیم بھٹی
0300-4184081

فہرست

اداریہ	3
الاستفتاء	5
تفسیر سورۃ النساء	7
ندوۃ العلماء......	8
عورت کی ملازمت	11
جنگ قادسیہ کا پس منظر......	14
حافظ محمد دین......	17

زر تعاون

فی پرچہ - 7 روپے
سالانہ - 300 روپے
بیرون ممالک 200 ریال (امریکی 50 ڈالر)

مقام اشاعت

ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" رحمٰن گلی نمبر 5
چوک دالگراں لاہور 54000

اداریہ

پروفیسر میاں عبدالمجید

حافظ محمد سعید کے سر کی قیمت ایک کروڑ ڈالر

حافظ عبدالرحمٰن مکی کے سر کی قیمت تیس لاکھ ڈالر

امریکی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان میں جماعۃ الدعوۃ کے امیر حافظ محمد سعید دہشت گردی میں ملوث ہیں جو شخص ان کی گرفتاری میں تعاون کرے گا یا ان کی نشاندہی کرے گا اس کا نام صیغہ راز میں رکھا جائے گا اور اسے ایک کروڑ ڈالر انعام دیا جائے گا، اسی طرح حافظ عبدالرحمٰن مکی کی گرفتاری میں تعاون کرنے والے کو تیس لاکھ ڈالر انعام دیا جائے گا۔ اس کے جواب میں حافظ محمد سعید صاحب نے فرمایا کہ امریکہ ایک کروڑ ڈالر مجھے دے دے اور امریکہ کی جس عدالت میں وہ کہے میں پیش ہونے کو تیار ہوں۔ جب سے روس کا شیرازہ بکھرا ہے اور امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور کے زعم میں مبتلا ہے، اس نے پورے کرۂ ارض بالخصوص مسلم ممالک کو اپنی کالونی سمجھنا شروع کر دیا ہے۔ عراق اور افغانستان کی تباہی و بربادی کے بعد یہ بدمست ہاتھی طاقت کے زعم میں نہ صرف حماقت در حماقت کر رہا ہے بلکہ پوری دنیا کو امریکیوں کے لیے دشمن بنا رہا ہے۔ مسلمانوں کو دہشت گرد اور عالمی امن کے لیے خطرے کا ڈھنڈورا پیٹ کر اس نے نیٹو کے نام سے جو بھان متی کا کنبہ اکٹھا کیا تھا وہ اب منتشر ہو رہا ہے، یکے بعد دیگرے ممالک اپنی افواج کو واپس بلا رہے ہیں، افغانستان جو ہر حملہ آور کا قبرستان بننے کا اعزاز رکھتا ہے اب امریکیوں کو یہ ممالک اپنا قبرستان بنتا دکھائی دے رہا ہے یہاں سے دم دبا کر بھاگنے سے پہلے وہ پاکستان کو روندنا چاہ رہا ہے۔ کیونکہ پرویز مشرف نے جو فدویت کی راہ قائم کی تھی موجودہ حکومت اس سے کئی گنا بڑھ کر امریکہ کا ہر چھتر کھانے کے بعد صرف اتنا پوچھتی ہے کہ حضور کے چھتر کا کوئی نقصان تو نہیں ہوا؟ اگر ہمارے سر پر لگتے لگتے ٹوٹ گیا ہے تو عوام پر بجلی، گیس، پٹرول بم چلا کر ہم آپ کو نئے چھتر کی خریداری کے لیے رقم مہیا کر دیتے ہیں۔ اسی زعم میں عقل سے عاری امریکہ نے حافظ سعید اور حافظ عبدالرحمٰن مکی کے سر کی قیمت مقرر کی ہے، امریکہ بہادر! انعام مقرر کرنے سے پہلے کیا دونوں حضرات کے خلاف امریکہ میں کوئی مقدمہ درج ہے؟ کیا یہ دونوں حضرات اس مقدمہ میں مفرور قرار دیئے گئے ہیں؟ کیا ان کی گرفتاری کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں؟ کیا یہ دونوں حضرات زیر زمین چلے گئے ہیں کہ ان کا اتا پتا کسی کو معلوم نہیں ہو رہا ہے؟ کیا حکومت پاکستان کو اپنے ملک میں درج مقدمات کی مکمل تفصیل بمعہ ثبوت مہیا کر دی گئی ہے؟

عقل کے اندھو بلکہ دشمنو! حافظ محمد سعید کے خلاف پوری دنیا میں کہیں ایک FIR درج نہیں ہے، دفاع پاکستان کونسل کے زیر اہتمام لاکھوں کے مجمع میں خطابت کر رہے ہیں، مسجد قادسیہ چوک چوبرجی لاہور میں باقاعدگی سے خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں جہاں کہیں ان کی تقریر ہوتی ہے ان کے

اشتہارات لگائے جاتے ہیں، ہندوستان نے ممبئی حملوں میں زبانی کلامی ان کا نام لے لیا، پرویز مشرف نے انہیں فوراً نظر بند کردیا اور ہندوستان کو دعوت دی کہ میں تم سے زیادہ تمہارا خیر خواہ بیٹھا ہوں کوئی ثبوت ہے تو لاؤ میں حافظ سعید کے خلاف مقدمہ چلاتا ہوں باوجود انتہائی کوششوں کے حافظ سعید کے خلاف انڈیا کوئی ایک ثبوت بھی مہیا نہ کرسکا۔ حافظ صاحب کی ضمانت لینے والے اعلیٰ عدلیہ کے جج جناب اختر شبیر صاحب سے ایک بار دوران ملاقات میں نے حافظ صاحب کے مقدمہ کی بات چھیڑ دی۔ جسٹس صاحب نے مجھے کہا کہ حکومت کو بار بار مہلت دینے کے باوجود ادنیٰ ترین ثبوت بھی حافظ سعید کے خلاف مہیا نہ کیا جاسکا تو محض حکمرانوں کی خوشنودی کی خاطر ایک عالم دین کو میں کیسے حوالہ زنداں رہنے دیتا۔ آخر میں نے بھی روز محشر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونا ہے، اب امریکہ بہادر کو اور کوئی الزام نہیں ملا تو یہ الزام تھوپ دیا کہ حافظ سعید صاحب اسامہ بن لادن سے ملتے رہے ہیں۔ بی بی سی لندن نے بڑا خوبصورت تبصرہ کیا کہ حافظ صاحب چکاچوند روشنیوں میں تمام ٹی وی چینلز کو انٹرویو دے رہے ہیں، درجنوں صحافی اور عوام کے درمیان کھڑے حافظ سعید صاحب امریکی اعلان کے منہ پر طمانچہ مار رہے ہیں، سترہ کروڑ عوام میں دن رات آزادانہ گھومنے پھرنے والے حافظ سعید صاحب کو آخر ایک بھی پاکستانی انعام کے لالچ میں اور انعام بھی ایک کروڑ جو کہ 90 کروڑ پاکستانی روپے بنتے ہیں ان سے بے وفائی کیوں نہیں کرتا؟ پاکستان کے حکمرانو! کیا یہ ریفرنڈم نہیں کہ سترہ کروڑ پاکستانی قوم میں سے ایک بھی میر جعفر یا ابن علقمی بننے کو تیار نہیں؟ کیا یہ اعزاز حافظ سعید صاحب کو پورے ملک میں مقبول ترین فرد کا مستحق نہیں گردانتا۔ آخر اس کا سبب کیا ہے؟ حافظ سعید صاحب نے امت مسلمہ کو بالعموم اور پاکستانی قوم کو بالخصوص جہاد کا بھولا ہوا سبق یاد کرایا ہے، نوجوان طبقہ بلا تخصیص مسلک حافظ صاحب کے جھنڈے تلے جمع ہو چکا ہے اور جو بھی نوجوان مجاہدین میں شامل ہوتا ہے اس کی صورت وسیرت میں انقلاب بپا ہو جاتا ہے، بگڑے ہوئے نوجوان آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے نہ صرف خود ایک مرد مومن کی تصویر بنے بلکہ اسلام کے داعی اور مبلغ بن گئے اور پھر شہداء کے پاکیزہ خون کی تاثیر دیکھی کہ جس خاندان کا کوئی فرد جام شہادت نوش کر گیا کل تک اس کو دعوہ سے واپس بلانے والے اب پورے پورے خاندان دعوہ میں شامل ہوگئے۔ فلاح انسانیت کے نام سے حافظ صاحب نے جو خدمت خلق کے رفاہی کام کئے ہیں پاکستان کیا پوری دنیا میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ صوبہ سرحد اور کشمیر میں 2005ء میں آنے والے زلزلے میں جماعۃ الدعوۃ کے نوجوانوں نے ایثار اور قربانی کی وہ مثالیں قائم کی ہیں جنہوں نے قرون اولیٰ کی یادتازہ کردی۔ یخ بستہ پاکستانیوں میں کشتیوں کے ذریعے اور تیر کر ایسی بلند وبالا چوٹیوں پر گھرے ہوئے لوگوں تک یہ نوجوان راشن کے تھیلے لے کر پہنچے، جہاں آدمی خالی ہاتھ نہیں جاسکتا۔ ان نوجوانوں کی شب وروز کاوشوں کو دیکھتے ہوئے اقوام متحدہ کی امدادی ٹیموں نے اپنا سامان دعوہ کے نوجوانوں کے حوالے کیا اور پھر لٹے پٹے گھرانوں کے لیے خیمہ بستیوں کا قیام ان بے گھر لوگوں کے لیے خوردونوش علاج معالجہ کا انتظام بچوں کے لیے تعلیم وتربیت اور عارضی بستیوں میں مساجد کی تعمیر یہ سارے کام لوجہ اللہ کئے اور گزشتہ دو سالوں کے دوران جنوبی پنجاب اور سندھ میں سیلاب کی تباہ کاریوں میں فلاح انسانیت کے ان شاہینوں نے وہاں تک پہنچ کر سیلاب میں گھرے ہوئے لوگوں کو راشن پہنچایا جہاں کوئی حکومتی ٹیم یا کسی سیاسی اور دینی جماعت کے کارکن نہیں پہنچ سکے۔ حافظ صاحب نے نوجوانوں کے دلوں میں خدمت خلق کی جو شمع روشن کی ہے یہ اس کا اثر ہے کہ اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر دکھی انسانیت کی خدمت میں مگن ہیں۔ سولہ سولہ فٹ اور اس سے بھی گہرے پانیوں میں جہاں میلوں سوائے گہرے پانی کے کچھ بھی نظر نہیں آتا موٹر بوٹ کے ذریعے راشن پہنچایا اور پھر یہ خطرہ بھی سر پر سوار کہ اگر موٹر بوٹ کے انجن میں خرابی پیدا ہوگئی یا اس کا ایندھن ختم ہوگیا تو کیا ہوگا؟ انسانیت کی خدمت کے لیے موت سے کھیلنا انہی نوجوانوں کا کام تھا جو وہ کامیابی سے کرگئے۔ اس کے علاوہ بچوں کے لیے معیاری اور سستی تعلیم کے لیے سکول اور کالج غریبوں کے مفت علاج کے لیے ہسپتال اور ایمبولینس سروس، نابینا آدمیوں کے لیے پورے ملک میں وقتاً فوقتاً آئی کیمپ جہاں مفت آپریشن کے علاوہ لینز بھی فری لگائے جاتے ہیں۔ اس وقت فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام پورے ملک میں جتنے تعلیم، صحت، غرباء ومساکین کی مالی کفالت کے ادارے کام کررہے ہیں اگر یورپ اور امریکہ دیانتداری سے کام لیتے تو حافظ سعید صاحب عالمی نوبل پرائز کے حق دار ہیں۔ لیکن مغرب کی نگاہیں مالی تعاون کے لیے عبدالستار ایدھی جیسے کا انتخاب کرکے عالمی سطح پر اسکی فلاح انسانیت کے لیے کاموں کی تشہیر کرتی ہے، جو بڈھا قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہے اور اس کی سولہ سالہ داشتہ دو کلو گرام سونا اور دو کروڑ روپے نقد لے کر فرار ہوگئی، یہ داستان رنج والم خود اس نے بھی سنائی اور جب بلقیس اور عبدالستار میاں بیوی کا اکٹھا رونا جنگ نے انٹرویو کیا تو اس کی بیوی نے طنز کرتے ہوئے بتاتی ہے کہ ستر کے پیٹے میں یہ بوڑھا اب بھی نوجوان لڑکیوں کے چکر میں رہتا ہے، وہ دین دشمن جو کہتا ہے میں جنت کی بجائے جہنم جانا پسند کروں گا اور جو اپنے بیٹے کو نصیحت کرتا ہے کہ جو لڑکی پسند آئے اسے اپنے پاس لا کر رکھ لینا، نکاح وغیرہ پڑھانے اور مولویوں کے چکر میں نہ پڑنا ایسے بدبخت کا ذکر نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ لیکن اہلیان وطن کو اس انسانیت کے خادم کا تعارف اس لیے ضروری ہے کہ اسے خدمت خلق کے لیے مغرب سے جہاز اور ہیلی کاپٹر تحفہ دیے جاتے ہیں آخر کوئی تو خدمت خلق کی آڑ میں ان کی خدمت کررہا ہے۔ دوسری طرف وہ مرد درویش ہے جو منبر کا خطیب بھی ہے مصلے کا امام بھی ہے اور رفاہ عامہ کے کاموں میں نوجوانوں کو ایسے لگایا ہوا ہے کہ وہ اپنا آپ بھولے ہوئے ہیں اسے خدمت خلق کے لیے ہیلی کاپٹر یا جہازوں کی بجائے گرفتاری کے پیغام دیئے جاتے ہیں۔

☆.........☆.........☆

الاستفتاء

حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑیؒ

حضرت امیر معاویہؓ حضرت علیؓ کو گالی دیتے یا کسی کو گالی کا حکم کرتے تھے

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی نزاع کا باعث کیا ہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے معاویہؓ کو فرمایا ہے کہ تیرے بدن سے مجھے قاتل اہل بیت کی بوآتی ہے؟ کیا حضرت معاویہؓ کا یزید کو خلیفہ بنانا انصاف تھا؟ کیا یزید اس وقت متدین تھا یا بے نماز وغیرہ؟

سوال: (الف) مسلم جلد ۲ ص ۲۷۸ میں مذکور ہے، امر معاویه سعدا فقال ما منعک ان لا تسب ابا التراب (الحدیث)

اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے واضح ہے کہ حضرت معاویہؓ حضرت حیدرؓ کو سب وشتم کیا کرتے تھے اور مسلم جلد ۲ ص ۳۱۰ میں صحابہؓ کے سب وشتم کی تحریم پر باب باندھ کر اس فعل قبیح کی حرمت واضح کی ہے اور اوپر حضرت معاویہؓ اس کے مرتکب ہو رہے ہیں تو حضرت معاویہؓ کے متعلق کیا فتویٰ ہوگا؟ اعدلوا هو اقرب للتقوى.

(ب) مذکورہ الصدر حدیث کی شرح میں علامہ نوویؒ نے دو قول نقل کئے ہیں۔ اول، کہ حضرت معاویہؓ کی نیت سعدؓ کو مخاطب کرنے سے گال نکلوانے کی نہ تھی بلکہ مقصود استفسار امتناع بین السب تھا۔ دوم: سب کے معنی گالی گلوچ نہیں بلکہ تقاطع وطعن اور حضرت علیؓ کے طریق کار کی مذمت وغیرہ ہیں۔ تاویل اول کے متعلق یہ اعتراض واقع ہوتا ہے کہ لفظ ''امر'' جو حدیث میں مذکور ہے وہ اس امر کا مقتضی ہے کہ اس تخاطب سے مراد حضرت معاویہؓ کی حض علی السب (گالی کی ترغیب) تھی نہ کہ محض استفسار اور تاویل دوم کی تغلیط کے لئے ہر دو حضرات (معاویہؓ وعلیؓ) کی باہمی مناقشت، جو جنگ تک پہنچ چکی تھی کافی معلوم کی جاتی ہے اب التماس از آنجناب ہے کہ یا ان شکوک کا ازالہ فرمادیں یا کوئی بہتر توجیہ اس حدیث کی تحریر فرمادیں و ذلک هو المرجو.

(ج) اس نزاع کا جو جنگ حضرت علیؓ ومعاویہؓ کا موجب ہوا اصلی باعث کیا تھا؟ حضرت معاویہؓ کی اجتہادی غلطی تھی یا ذاتی عناد اور طلب وجاہت وغیرہ؟ مفصل ومدلل تحریر فرمائیں۔

(د) کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت معاویہؓ سے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ تیرے بدن سے مجھے قاتل اہل بیت کی بوآتی ہے؟

(ہ) حضرت معاویہؓ نے استخلاف پسر خود (یزید) میں کیا انصاف سے کام لیا؟ اور حضرت معاویہؓ نے جب یزید کو خلیفہ بنایا تھا تو کیا اس وقت وہ متدین تھا یا بے نماز وغیرہ (کما هو مذکور فی تاریخ الخلفاء) اور ان ہر دو صورتوں میں کیا اہل بیت پر یزید کو ترجیح دینا صحیح تھا؟ والسلام

ایک سائل: تنظیم اہلحدیث لاہور

الجواب بعون الوہاب:

(الف، ب) امام نوویؒ کا پہلا جواب بالکل صحیح ہے آپ نے امام نوویؒ کے مطلب پر غور نہیں کیا بے شک ''امر'' کا لفظ ہے مگر جن الفاظ کے ساتھ امر ہے وہ یہی ما منعک ان لا تسب ابا لتراب ہیں انہی کو راوی نے امر قرار دیا ہے چنانچہ ''فقال'' کی ''ف'' (تفسیریہ) سے ظاہر ہے اور ان الفاظ میں امر کی تصریح نہیں وہاں ظاہر اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ معاویہؓ یہ چاہتے تھے مگر دوسرے دلائل کی وجہ سے ایسے کلام کی تاویل بھی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ امام نوویؒ نے کر دی ہے۔

رہی یہ بات کہ وہ دلائل کون سے ہیں سو اول تو وہ صحابی ہیں اور صحابہؓ پر ہمیں نیک گمان رکھنا چاہئے دوم معاویہؓ کے متعلق بعض روایات آئی ہیں جن سے معاویہؓ کی فضیلت نکلتی ہے چنانچہ ایک ترمذی میں ہے جس کو ترمذی نے حسن کہا ہے یعنی اللهم اجعله هاديا مهديا۔

اس کے علاوہ اگر امر کو امر میم کی تشدید کے ساتھ سمجھ لیا جائے تو پھر امام نوویؒ کی توجیہ بالکل ہی واضح ہے اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ، حضرت معاویہؓ نے حضرت سعدؓ کو امیر بنایا پھر اس خیال سے کہ میں نے ان کو یہ منصب دیا ہے حضرت علیؓ کی نسبت ان کا خیال معلوم

کرنا چاہا پس الفاظ مذکورہ کے ساتھ سوال کیا یہ مطلب بالکل واضح ہے صرف اتنی بات ہے کہ سعدؓ کے حالات میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ''یہ فتنوں سے علیحدہ رہے ہیں'' مگر ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے وقت علیحدہ رہے ہوں جب حضرت علیؓ فوت ہوئے اور معاویہؓ کی خلافت صحیح ہو گئی تو اس وقت امیر بن گئے ہوں بہر صورت اس توجیہ میں کوئی سقم نہیں۔ وللہ الحمد

امام نوویؒ کی دوسری توجیہ بھی صحیح ہو سکتی ہے کہ سب (برا کہنے) سے اجتہادی غلطی کی طرف نسبت کرنا مراد ہو۔ رہی مناقشت جو جنگ تک پہنچ چکی تھی تو وہ ایسی تھی جیسے حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کی مناقشت جنگ تک پہنچ چکی تھی حالانکہ دونوں قطعاً جنتی ہیں بلکہ اعلی درجات میں فائز ہیں ان کی مناقشت کو کسی صورت نفسانیت پر حمل نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عائشہؓ کے ساتھ طلحہؓ اور زبیرؓ ایسے بڑے بڑے صحابہؓ تھے جن کے حق میں حضرت علیؓ کہا کرتے تھے کہ جنتیوں کے حق میں خود اللہ تعالی فرماتے ہیں ونزعنا ما فی صدورھم من غل (ہم جنتیوں کے دلوں سے کینہ نکال دیں گے، مجھے امید ہے کہ میں ہوں گا اور طلحہؓ اور زبیرؓ وغیرہ ہوں گے) اور حضرت علیؓ کے ساتھ عمار بن یاسرؓ تھے وہ لوگوں کو کہتے کہ عائشہؓ دنیا میں بھی رسول ﷺ کی بیوی ہے اور آخرت میں بھی۔ لیکن اللہ تعالی نے اس کے ذریعے تمہیں آزمایا کہ تم کس کا ساتھ دیتے ہو عائشہؓ یا علیؓ کا۔

غرض مناقشت جنگ تک پہنچنے سے یہ نہیں نکلتا کہ ضرور نفس پرستی اور دنیا کے جاہ و جلال کی طلب ہی اس کا باعث ہو بلکہ صحابہؓ کے دوسرے حالات پر بھی غور کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ محض صحابی ہونا ہی بہت بڑا درجہ ہے صرف اسی پر نظر کئے تو ان پر بدظنی مشکل ہو جاتی ہے اور آخر کہنا پڑتا ہے کہ اگر کوئی قصور ہو بھی گیا ہے تو معاف ہے کیونکہ ان کے محاسن ان کے قصوروں پر غالب تھے اور معاویہؓ بالاتفاق صحابیؓ ہیں۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''میرے صحابیؓ کو گالی نہ دو''

اسی لئے عمر بن عبدالعزیزؒ تابعی جن کو عدل و انصاف اور تقوی و پرہیز گاری میں عمر ثانی کہا جاتا ہے یعنی حضرت عمر فاروقؓ سے مشابہت دی جاتی ہے انہوں نے حضرت معاویہؓ کو برا کہنے والے کو تین کوڑے مارے، حالانکہ انہوں نے خلافت میں کسی کو کوڑے نہیں مارے۔

(ملاحظہ ہو استیعاب ابن عبدالبر ص ۴۰۳)

خلاصہ یہ کہ جب اللہ تعالی نے ہماری تلواروں کو ان کے خونوں سے سلامت رکھا تو خواہ مخواہ اپنی زبانوں کو ان کی برائی بیان کر کے کیوں آلود کریں بلکہ ان پر حسن ظن رکھتے ہوئے ہر طرح سے ان کی طرف سے مدافعت کرنی چاہئے اگر کوئی عبارت خلاف کی موسوم ہو اس کی کوئی مناسب تاویل کرنی چاہئے (جیسے معانی) بیان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی موحد انبت الربیع البقل (موسم بہار نے سبزہ اگایا ہے) کہے تو اس کو مشرک دہریہ نہ سمجھنا چاہئے بلکہ اس کے موحد ہونے کی طرف نظر کرتے ہوئے اس کے قول کا یہ مطلب بیان کرنا چاہئے کہ اگانے والا تو در حقیقت اللہ ہے صرف ظاہری طور پر اللہ نے چونکہ موسم بہار کو سبب بنایا ہے اس لئے مجازاً اسباب کی طرف اگانے کی نسبت کر دی۔ جیسے بادشاہ بادشاہ سے لڑتا ہے حالانکہ لڑنے والی فوج ہوتی ہے مگر چونکہ وہ بادشاہ کے حکم سے لڑتی ہے اس لئے مجازاً بادشاہ کی طرف نسبت کر دیتے ہیں ٹھیک اسی طرح صحابہؓ کے حق میں اس قسم کی کوئی عبارت آئے تو ان کی صحابیت اور دیگر فضائل پر نظر کرتے ہوئے اس عبارت کا کوئی مناسب مطلب لے لینا چاہئے چنانچہ امام نوویؒ نے مسلمؒ کی حدیث مذکور میں اسی اصول پر عمل کر کے دو مطلب بیان کئے ہیں جن کی تفصیل اوپر ہو چکی ہے اور ایک تیسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ،

''حضرت علیؓ کے حق میں معاویہؓ کا پہلے یہی خیال ہو کہ وہ اچھے نہیں مگر جب سعدؓ نے حضرت علیؓ کے فضائل سنائے جو اس حدیث مسلم میں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علیؓ اللہ اور رسول ﷺ کے محب ہیں اور بمنزلہ ہارون علیہ السلام کے ہیں مگر نبی نہیں وغیرہ''

تو پھر معاویہؓ نے بات کو نہیں دہرایا اور پہلا خیال پلٹ گیا پس اس بناء پر بھی معاویہؓ پر کوئی اعتراض نہیں۔ فللہ الحمد

(ج) نزاع کا باعث اجتہادی غلطی ہے معاویہ کا خیال تھا کہ علیؓ کو سیاست نہیں آتی چنانچہ استیعاب بن عبدالبر جلد ۳ ص ۴۰۳ میں مذکور ہے۔

(د) یہ روایت بالکل بے ثبوت ہے۔

(ہ) یزیدؒ کو خلیفہ بنانا انصاف کے خلاف ہے مگر غالباً اس کی وجہ بھی وہی معلوم ہوتی ہے جو خود کو حضرت علیؓ پر ترجیح دینے کی وجہ تھی اور ان کا بے نماز ہونا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا اور معاویہؓ کی حیات میں دوسرے عیبوں میں مبتلا ہونا بھی بعید از عقل ہے ہاں پوشیدہ کسی وقت کسی بات کا ارتکاب کیا ہو تو بعید نہیں۔ ورنہ علانیہ حدود شرعی کو نہیں توڑ سکتا تھا کیونکہ معاویہؓ نے مسورؓ کے پاس گناہوں کے مذاکرہ کے ضمن میں اللہ کے ہاں مغفرت کی امید کا بڑا ذریعہ اقامت حدود وغیرہ ہی پیش کیا جس سے مسورؓ صحابی اتنے متاثر ہوئے کہ جب معاویہؓ کا ذکر آتا تو معاویہؓ کے لئے خیر کی دعا کرتے۔

(ملاحظہ ہو استیعاب جلد ۳ ص ۴۰۲)

☆......☆......☆

تفسیر سورۃ النسآء

(قسط نمبر 20) حافظ عبدالوہاب روپڑی (فاضل ام القریٰ مکہ مکرمہ)

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا (۳۳)

"والدین یا قریبی رشتہ دار جو ترکہ چھوڑ جائیں تو اس میں ہم نے ہر شخص کے وارث مقرر کر دیئے ہیں اور جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے انہیں ان کا حصہ دو، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔" (۳۳)

مشکل الفاظ کے معانی:

مَوَالِيَ: ورثاء عَقَدَتْ: بندھ چکا (عہد) اَیْمَانُ: عہد

ماقبل سے مناسبت: سابقہ آیات مبارکہ میں مرد اور عورتوں کے فضائل اور حقوق بیان کئے گئے تھے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باپ اور قریبی رشتہ داروں کے حقوق بطور میراث مقرر کر دیئے ہیں۔

شان نزول:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب مہاجرین مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار میں مؤاخات قائم کر دی اور یہی مؤاخات وراثت کا سبب بنی، گویا کہ میت کے قریبی رشتہ دار اس مؤاخات کی وجہ سے وراثت سے محروم ہو جاتے، اس آیت کے نزول سے مہاجرین اور انصار کے درمیان مؤاخات کی وجہ سے جاری ہونے والی وراثت منسوخ ہوگئی۔ (بخاری بشرح الکرمانی کتاب التفسیر باب ابواب التفسیر سورۃ النساء ج 17 ص 56 رقم الحدیث 4580)

التوضیح: وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے ورثہ میں ورثاء کا تعین فرما کر وراثت کی تقسیم کا حکم دیا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ جو مال ماں باپ اور قریبی رشتہ دار بطور ورثہ چھوڑ جائیں اس میں مردوں اور عورتوں کا حصہ ہے مال خواہ کم ہو یا زیادہ اور ان مقررہ حصوں میں کمی وبیشی نہیں ہو سکتی (النسآء:7) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ "جن رشتہ داروں کے حقوق مقرر کر دیئے گئے ہیں ان کو میراث سے مقررہ حصے دو، فرائض کے بعد جو مال بچ جائے وہ میت کے قریب ترین مرد رشتہ دار کا حق ہے۔"

(بخاری بشرح الکرمانی کتاب الفرائض باب ابنی عم احدھما اخ للام ج ۲۳ ص ۱۳۶ رقم الحدیث ۶۷۴۶)

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ. جن لوگوں سے قسمیں کھا کر تم نے عہد و پیمان کیا کہ تم انہیں اپنا کچھ مال دو گے تو ان کو اس معاہدہ کی بناء پر وہ مال دے دو لیکن وراثت کی بنا پر ان کا مال میں اب کوئی حق نہیں اگر معاہدہ کے مطابق میت اپنا مال زندگی میں ان لوگوں کو نہیں دے سکی تو وفات کے وقت میت کو ان کے لیے وصیت کرنا ہوگی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے وراثت کی تقسیم سے پہلے وصیت کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا

فرما کر حکم دیا کہ تم کسی کے حق میں کسی قسم کی حق تلفی نہ کرو اگر ہوئی تو اللہ تعالیٰ کو ضرور اس کا علم ہوگا اور اس حق تلفی پر ضرور مؤاخذہ کیا جائے گا۔

آیت مبارکہ سے اخذ شدہ مسائل:

1۔ وراثت میں ورثاء کے حصے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں۔

2۔ اگر کسی شخص کے ساتھ مال دینے کا عہد و پیمان کیا ہو یا تو انسان اسے اپنی زندگی میں اسے دے یا پھر موت کے وقت اس کے لیے وصیت کرنا ضروری ہے، موت کے بعد عدم وصیت کی صورت میں اسے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

3۔ شریعت کے مقرر کردہ حصوں میں کسی قسم کا تغیر وتبدیلی اور کمی وبیشی جائز نہیں اگر ہوئی تو وہ قابل مؤاخذہ ہوگی۔

ندوۃ العلماء کے اصحاب ثلاثہ

مولانا سید سلیمان ندویؒ | مولانا مسعود عالم ندویؒ | مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

عبدالرشید عراقی

قسط نمبر 4

محترم جناب نذیر حسین ایم اے:

مولانا مسعود ندوی فرمایا کرتے تھے کہ حدیث شریف کی کتابیں (صحاح ستہ) تعلیمات اسلامیہ کا سرچشمہ ہونے کے ساتھ ساتھ عربی زبان کا بڑا سرمایہ ہیں۔ جن کی زبان بہت سادہ اور سلیس ہے، تصنع اور تکلف سے پاک (ص:۱۰۶) مصلحین امت میں امام احمد، امام ابن تیمیہ، سید احمد شہید بریلوی، شاہ اسماعیل شہید دہلوی، محمد بن عبدالوہاب نجدی اور امیر عبدالقادر الجزائری سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے اور ملنے جلنے والوں کو انکے حالات پڑھنے کی ترغیب دیتے۔ اسی جذبہ کے تحت انہوں نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی کے حالات میں ایک گمنام اور مظلوم مصلح کے نام سے ایک محققانہ کتاب لکھی اور دوستوں اور دشمنوں کی بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کو جوان کی ذات سے پیدا ہو چکیں تھیں، احسن طریقہ سے دور کیا اور ان کی تعلیمات کو صحیح رنگ میں پیش کیا۔ (ص:۱۰۷)

مولانا عبدالماجد ندوی (استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو):

مولانا مسعود عالم ندوی قدرت کی طرف سے بڑے اچھے دل و دماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ روشن فکر، دردمند دل اور سلجھا ہوا دماغ پایا تھا، ذہین وذکاوت کے ساتھ قوت حافظہ بھی بہت قوی تھی۔ ۲۷ سال سے وہ ضیق النفس کے مریض تھے، اس لیے قدرتی طور پر بہت زیادہ کمزور اور نحیف تھے مگر اس نحیف وناتواں جسم میں وہ ایک چیتے کا جگر اور شیر کی طرح مضبوط دل رکھتے تھے۔

عزم وہمت کا تو گویا پہاڑ تھے، سخت سے سخت دورے پڑتے مگر افاقہ ہوتے ہی پہلے کی طرح کام میں لگ جاتے یہ انہی کی ہمت تھی۔ دوسرا کوئی ان شدید درد کے بعد اپنے اندر اٹھنے کی سکت نہ پاتا، ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ان کا سرمایہ علم تھا۔ تاریخ پر گہری اور تنقیدی نظر رکھتے تھے اور ملکی سیاست سے نہ صرف باخبر تھے بلکہ اس پر اپنی ناقدانہ رائے بھی رکھتے تھے، سیاسی اور غیر سیاسی تحریکات کے پس منظر سے واقف تھے ادب عربی کا بہت اعلیٰ وستھرا مذاق رکھتے تھے۔ لغت وقواعد پر ان کی گہری نظر تھی اسکی باریکیوں کے مبصر تھے، الفاظ کی تحقیق میں یدطولیٰ رکھتے تھے، عربی کے وہ بلند پایہ اور فطری انشاء پرداز تھے، قلم برداشتہ تحریر کا ان کو عجیب ملکہ تھا، تحریر میں برجستگی، سلاست اور روانی ہوتی، بجے تلے الفاظ، چست ترکیبیں، اچھوتے استعارات، نادر تشبیہیں مولانا کی خاص خصوصیت تھی، تحریر حشووزوائد زوائد سے پاک ہوتی تھی۔ مولانا مسعود عالم ندوی کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے مثالی تخیل کا نمونہ کہا جا سکتا ہے اور فی الواقع وہ تھے جو مولانا مسعود عالم جدید وقدیم کی جامعیت کی نمائندگی کرتے تھے اور ندوہ کے فقہی مسلک اعتدال کی بھی، وہ مسلکاً سلفی العقیدہ تھے۔

دینی غیرت وحمیت میں مولانا ایک زندہ مثال تھے۔ حق کے معاملہ میں کسی قسم کی معمولی مداہنت کو بھی وہ جائز نہیں سمجھتے تھے۔ حق گوئی اور بے باکی ان کی امتیازی صفت تھی، لگی لپٹی بات کرنے کے وہ عادی نہ تھے، ہمیشہ کھری اور دوٹوک بات کہتے، جس بات کو حق سمجھتے اس کو پوری قوت اور زور کے ساتھ پیش کرتے اور اسی شدت سے اس پر قائم رہتے اور جس بات کو غلط سمجھتے برملا اس کو غلط کہتے۔ اس معاملہ میں کسی عزیز اور دوست کی رعایت نہ کرتے، اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب کو مداہنت فی الدین سے پاک بنایا تھا یہ انکی سیرت وکردار کی سب سے بڑی خصوصیت تھی (ص:۱۱۲، ۱۱۳)

پروفیسر عبدالحمید صدیقی ایم اے
(سابق ایڈیٹر ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور):

مولانا مسعود عالم ندوی اپنی ذات میں ایک فرد نہیں تھے بلکہ وہ اپنی ذات میں ایک تحریک، ایک انجمن تھے، اس لیے ان کی موت ایک فرد کی موت نہیں بلکہ ایک ادارہ کی موت ہے۔ مولانا کی ذات میں مجھے سب سے پسندیدہ بات نظر آئی کہ وہ ان کی حق پرستی تھی اور وہ حق کی طرف بڑی جرأت کے ساتھ بڑھتے۔ مولانا مسعود عالم ندوی میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی جہاں کہیں کتاب وسنت کے خلاف کسی نے بات کہی فوراً ٹوکا۔ وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آنکھیں بند کر کے سمعنا واطعنا تو صرف نبی معصوم کے قول پر کہا جاتا ہے، باقی کسی دوسرے کے معاملہ میں یہ روش اختیار نہیں کی

جا سکتی۔(ص:۱۱۷،۱۱۹)

مولانا امین احسن اصلاحی:

مولانا مسعود عالم ندوی کی جن خوبیوں نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا ان میں ایک چیز ان کے دل کی صفائی تھی۔ میں نے ان کی اس خوبی کا بار بار تجربہ کیا۔(ص:۱۲۴) ان کی دوسری خوبی جس سے بہت زیادہ متاثر ہوا وہ یہ تھی کہ وہ دلیل کی قوت کو جوں ہی محسوس کر لیتے فوراً اس کے آگے سر جھکاتے، وہ جماعت کے اندر ایک صاحب الرائے آدمی تھے اور ہمیشہ اپنی رائے کو پورے زور اور قوت کے ساتھ پیش کرتے تھے، لیکن اگر دلیل سے ان پر واضح ہو جائے کہ ان کی بات کمزور ہے تو خواہ اس بات کو انہوں نے کتنے ہی زور کے ساتھ پیش کیا ہو لیکن اس پر اصرار نہیں کرتے تھے، بلکہ فوراً اپنی غلطی اور مخالف کی بات کی صحت وصداقت کا اعتراف کر لیتے تھے۔(ص:۱۲۵) معاملہ کے بڑے صاف تھے، پائی پائی کا حساب رکھتے تھے، ممکن نہیں تھا کہ کسی کا ایک دھیلا بھی ان کے ذمہ باقی رہ گیا ہو۔

(ص:۱۲۶)

مولانا عبداللہ عباس ندوی ادیب دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ:

مولانا مسعود عالم ندوی نحو وبلاغت میں بھی اچھی دستگاہ رکھتے تھے، قدیم وجدید ماخذ ادبیہ میں کوئی ایسا ماخذ نہیں جس سے مولانا نے براہ راست استفادہ نہ کیا ہو۔ قرآن کریم سے خاص شغف تھا اور قرآن کے بعد احادیث اور صحابہ کرامؓ کی زبان ہی کو وہ معیار سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان کی تحریروں میں برجستگی وسلاست وروانی کے ساتھ ساتھ محاورات اور قرآنی ترکیبیں بکثرت ملتی ہیں۔ مولانا کا خاص کمال یہ ہے کہ عصر اول کے اسلوب ومحاورات میں جدید خیالات اور جدید فکر کو بڑے حسن کے ساتھ جمع کر دیتے تھے۔ حالانکہ یہ طبعی اور مسلم امر ہے کہ جن لوگوں کو نحوی قواعد کے باب میں غلو ہوتا ہے ان کی تحریریں تکلف سے پاک نہیں ہوتیں لیکن مولانا مسعود عالم صاحب اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔(ص:۱۶۹)

علامہ محمد کاظم سباق:

مولانا مسعود عالم ندوی کے عربی ادب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مولانا مرحوم کے اسلوب کی نمایاں صفت یہ تھی کہ زبان کی صحت اور محاورات کا صحیح استعمال، فصیح الفاظ کا انتخاب اور بلیغ تراکیب کو اپنے پیش نظر رکھتے تھے۔ تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، مشتبہ اور مشکوک چیز کا استعمال حرام سمجھتے تھے۔ جس لفظ یا ترکیب میں ذرا بھی شک ہوتا اسے استعمال نہیں کرتے اور اس کی بجائے ایسا لفظ یا ترکیب لے آتے جس کی فصاحت کا کامل یقین ہوتا (ص:۱۷۸) مولانا مسعود عالم ندوی کے عربی طرز نگاوش کی ایک صفت یہ تھی کہ اس میں سلاست، روانی، سادگی، پُرکاری، وضاحت اور صفائی ہوتی تھی۔(ص:۱۷۹)

علامہ محمد کاظم سباق مولانا مسعود عالم ندوی کی اردو تحریر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ استاد مسعود عالم ندوی سلسلہ شبلی وسلیمان ندوی کے جانشین تھے اور ایجاز واختصار اس سلسلہ کی اردو تحریروں کا طرۂ امتیاز تھا علامہ شبلی کے قلم سے ایک جملہ بلکہ ایک لفظ زائد از ضرورت نہیں ٹپکتا تھا، اسی طرح سید سلیمان ندوی کی تحریر میں بلا کا اختصار ہوتا تھا مکاتیب سلیمان میں ان کی ایجاز نگاری کے جوہر خصوصیت کے ساتھ دید کے قابل ہیں۔ اسی طرح استاد مسعود عالم ندوی بھی اردو میں جو کچھ لکھتے وہ ماقل ودل کا نمونہ ہوتا تھا۔(ص:۱۷۹)

مولانا مسعود عالم ندوی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی نظر میں:

مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم مولانا سید ابوالحسن ندوی کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ مولانا علی میاں مرحوم نے اپنے دوست کے بارے میں ماہنامہ چراغ راہ کے خاص نمبر میں جو مضمون لکھا ہے وہ خاصا طویل ہے۔(از صفحہ ۴۱ تا ۵۸) مضمون کا عنوان ہے ''دوست کی یاد میں''

یہی مضمون ترمیم واضافہ کے ساتھ مولانا علی میاں نے اپنی کتاب ''پرانے چراغ'' جلد اول میں (ص ۳۱۷ تا ۳۵۷) شامل کیا ہے۔ اس مضمون کے چند اقتباسات ''پرانے چراغ'' سے پیش خدمت ہیں۔ مولانا علی میاں کے ارشادات نقل کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مسعود عالم ندوی کی نظر میں مولانا علی میاں کا کیا مرتبہ ومقام ہے، اسکو درج کر دیا جائے

مولانا مسعود عالم ندوی کو اپنے شفیق استاد مولانا سید سلیمان ندوی اور محترم دوست مولانا ابوالحسن علی ندوی سے بے پناہ محبت تھی۔ جب کبھی ان دونوں بزرگوں میں سے کسی کا ذکر چھڑ جاتا تو وہ بالکل والہانہ انداز میں ان کی خوبیاں بیان فرماتے۔ استاد محترم کے بارے میں کہا کرتے تھے ''ان جیسا ٹھوس عالم اس وقت مشرق ومغرب میں نہیں، مجھے ان سے بڑی عقیدت ہے، میرے نزدیک اس دنیا کی سب سے بڑی نعمت یہی ہے کہ وہ میرے شفیق استاد ہیں۔'' مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے انہیں عقیدت کے علاوہ محبت بھی تھی، ان کی سیرت وکردار کے وہ بے حد مداح تھے، میں نے یہ فقرہ کئی بار ان سے سنا ہے۔ ''علی میاں ایسا شریف النفس اور نیک انسان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔''

(ماہنامہ ''چراغ راہ کراچی'' مسعود عالم ندوی نمبر ص ۱۱۸)

مولانا علی میاںؒ لکھتے ہیں: ۱۹۲۹ء کی ابتداء میں مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم سے پہلے پہل تعارف ہوا، وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ایک نوجوان طالب علم تھے، عمر تقریباً ۱۸، ۱۹ برس تھی (ص ۳۱۷) مسعود صاحب مرحوم زمانہ طالب علمی میں ہی بڑی عالی حوصلہ طبیعت رکھتے تھے۔ وہ تحریک خلافت اوراس کے افکار وادبیات سے بہت متاثر تھے ہم لوگوں میں ان کا مطالعہ سب سے زیادہ وسیع اور تازہ ہوتا تھا ان میں شروع ہی سے انقلابی رجحانات اور انگریزی حکومت کے خلاف شدید نفرت پائی جاتی تھی اور وہ احیاء خلافت اور اسلامی بازگشت کے متمنی تھے۔ (ص: ۳۱۸)

مسعود صاحب ترقی پسند سیاسی خیالات رکھتے تھے اوران کو ان جماعتوں سے جو حکومت کے ساتھ تعاون کرتی یا ان کے حق میں نرم تھیں شدید نفرت تھی، وہ انگریزی اخبار پابندی سے پڑھتے تھے اور سیاسی جماعتوں اور افراد پر آزادانہ تبصرہ کرتے تھے وہ اپنے خیالات کے اظہار میں بڑے جری دلیر اور صاف گو تھے وہ شدت سے اپنے افکار وخیالات کے داعی ومبلغ تھے۔ (ص: ۳۲۵)

عقائد میں وہ ہمیشہ سے سلفی تھے، [ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی مرحوم لکھتے ہیں کہ مسعود عالم ندوی فکری طور پر جماعت اسلامی اور مسلک کے اعتبار سے سلفیت سے وابستہ تھے، (علامہ سید سلیمان ندوی شخصیت و ادبی خدمات ص ۲۲۳)] توحید اور اتباع سنت میں ان کو تغلب تھا اور اس بارہ میں وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے، کچھ تو خاندانی اثر تھا، ان کی ننھیالی بزرگ اہلحدیث علماء اور مولانا عبداللہ غازی پوری کے شاگرد تھے۔ شیخ تقی الدین الھلالی کی صحبت نے (جو سخت اہلحدیث تھے) اس رنگ کو اور شوخ کردیا، انکے استاد حدیث مولانا حیدر حسن صدر مدرس دارالعلوم ندوہ اگرچہ اتنے ہی سخت حنفی تھے لیکن ان کے فیض تعلیم نے اس رجحان میں کوئی کمی پیدا نہیں کی کچھ تعلق ونسبت اور کچھ خاندانی روایات واثرات اور زیادہ تر مطالعہ نے ان کے دل میں حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اوران کی پاکباز جماعت سے ایک والہانہ تعلق اور عقیدت پیدا کردی تھی۔

ان کے تمام خیالات ورجحانات میں ہمیشہ یہ چیز شامل رہی کہ وہ جس چیز کو صحیح سمجھ لیتے تھے اس پر شدت سے قائم رہتے تھے اور کثرت سے اس کی تبلیغ کرتے تھے۔ کچھ ان کی صحبت کچھ ان کے رفقاء طبع کچھ ان کے حالات نے مزاج میں جدت اور ذکاوت حسن پیدا کردی تھی جو بعض اوقات مخاطب کو غیر معمولی معلوم ہونے لگتی تھی۔ (ص: ۳۲۸)

مسعود صاحب اپنے مخصوص تعلیمی خیالات وافکار میں جن کے مجموعہ کا نام ''ندویت'' ہے۔ نیز مذہبی خیالات وعقائد جن کے مجموعہ کا نام مشہور عوام ''وہابیت'' ہے۔ نیز اپنے خاص علمی وادبی ذوق جس کا عنوان ''عربیت'' ہے، خاصے متصلب تھے اور جہاں رہتے اس کی دعوت وتبلیغ سے باز نہ رہتے۔ (ص: ۳۳۳)

پٹنہ سے وہ ایک خط میں لکھتے ہیں: آپ کی یاد کس کس تقریب سے آئی ہے کیا کہوں، میرا یہ اعتقاد ہے کہ آپ عبدالسلام صاب قدوری ندوی اور مسعود سے زیادہ دنیا میں کوئی تین آدمی ہم خیال نہیں ہوسکتے، لیکن کس قدر تکلیف کی بات ہے کہ ایک الگ غیر اور اجنبی ماحول میں پڑا ہوا ہے، بہرحال یقین رکھتے ہوئے کہ میں یہاں تک رہوں گا ''ندویت'' مخصوص قسم کی ''وہابیت'' اور ''عربیت'' پھیلاتا رہوں گا۔ خواہ اس راہ میں شہید کیوں نہ ہوجاؤں۔ (۲۱ ذیعقدہ ۵۶ھ) وہابیت میں وہ سخت سے سخت تر ہوگئے، خصوصاً جب انہوں نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی سیرت لکھنا شروع کی تو یہ نشہ دوآتشہ ہوگیا۔ ایک خط میں لکھتے ہیں: آج کل وادی نجد میں ٹھوکریں کھا رہا ہوں، اس بارہ میں پیائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہابیت اور زیادہ تلخ بلکہ دوآتشہ ہوگئی ہے، گو اب تک صرف لفظی وہابیت ہے، عمل سے محروم ہوں۔ اعظم گڑھ گیا تھا لفظ تصوف سے نفرت ذرا کم ہوئی، پر ابھی زبان سے اقرار نہیں آپ کے سامنے یہ اقرار محض بہ سبیل اعتراف ہے۔

(۱۲ ربیع الاول ۵۹ھ ص: ۳۳۴)

مسعود صاحب دارالعلوم ندوۃ سے تعلق وقیام کے زمانہ ہی میں ''ترجمان القرآن'' کے قائل اور معترف تھے۔ ان کی ثقافت (کلچر) ان کی تعلیم وتربیت اور ان کے مطالعہ نے ان کو جماعت اسلامی کی فکری وذہنی مزاج سے بہت کچھ ہم آہنگ کردیا تھا۔ وہ بھی مزاجاً ذکی الحس اور نقاد واقع ہوئے تھے، وہ بھی اپنی تحریروں میں ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کے درمیان امتیاز رکھتے تھے، ان کا قلم بھی اسلام کی تاریخ نگاری میں یا اسلامی دعوتوں اور تحریکوں اور اسلامی کوششوں کا جائزہ لینے میں مسلمان بادشاہوں، ان کے غیر اسلامی افعال اور غلط نمائندگی پر سخت تنقید کرتا رہا۔ (ص: ۳۴۴)

مسعود صاحب جن کو ان کے صدہا قارئین اور بیسیوں واقفین ایک بے لاگ ناقد اور ایک خشک مصنف کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ محبت بھرا ہوا دل رکھتے تھے، ان کی مثال ایک پہاڑی چشمہ کی سی تھی جو بہت دور تک پتھر کی سلوں کے نیچے بہتا ہے لیکن پتھر کو ہٹائیے تو ابل پڑتا ہے۔ (ص: ۳۵)

(جاری ہے)

عورت کی ملازمت

حافظ مبشر حسین لاہوری

عقائد وعبادات کے بعد اسلام کا ایک عورت سے یہ تقاضا ہے کہ وہ اپنے گھر کی رونق بنے، خاوند کی اطاعت وخدمت کرے، بچوں کی دیکھ بھال اور امور خانہ داری بہتر طور پر انجام دے جہاں تک گھر سے باہر جانے کا تعلق ہے تو معقول وجوہات کی بناء پر اس کی گنجائش موجود ہے ان سطور میں خواتین کی ملازمت کے حوالے سے ضروری امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

عورت اور معاشرتی صورت حال:

اسلام نے عورت پر یہ احسان کیا ہے کہ پیدائش سے لے کر وفات تک اسکے جملہ اخراجات کی ذمہ داری اس کے سرپرستوں اور شوہر پر ڈال دی ہے شادی سے پہلے اس کا باپ یا بھائی یا چچا وغیرہ اس کے اخراجات کے ذمہ دار ہیں اور شادی کے بعد اس کا شوہر۔ گویا عورت کو فکر معاش سے آزاد کر دیا گیا ہے تا کہ وہ پوری یکسوئی سے اپنے خانگی وظائف کو پورا کر سکے۔ اب ایک عورت اگر اپنی خانگی ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی سے انجام دے تو عام طور پر اس کے لئے یہ ممکن نہیں ہوتا وہ روزانہ آٹھ دس گھنٹے گھر سے باہر گزار کر ملازمت کی مشقت بھی اٹھائے اگر وہ بلاناغہ اتنا وقت گھر سے باہر صرف کرے گی تو لازمی بات ہے کہ پھر وہ اپنی گھریلو ذمہ داریاں پوری کر سکے گی نہ شوہر کے حقوق کماحقہ ادا کر سکے گی اگرچہ بعض استثنائی صورتیں ایسی بھی ہوسکتی ہیں جہاں ایک عورت گھر سے باہر ملازمت کی ذمہ داریاں بھی انجام دے لے اور خانگی فرائض کو بھی پورا کر لے، لیکن عموماً ایسا نہیں ہوتا۔

ہمارے معاشرے میں تین قسم کی خواتین ہیں:

1۔ درمیانے طبقے سے تعلق رکھنے والی: اس طبقے کی خواتین کو گھر کا سارا کام کاج تقریباً خود ہی کرنا پڑتا ہے شوہر کے بروقت کھانے، لباس اور دیگر چھوٹی موٹی چیزیں مہیا کرنا، بچوں کی دیکھ بھال اور خانہ داری کے چھوٹے موٹے کام کرنا ان کے لئے ضروری ہوتا ہے اس دوران عورت بیمار بھی ہوتی ہے، تھکاوٹ کا سامنا بھی کرتی ہے اور دودھ پیتے بچے کو بھی اٹھائے پھرتی ہے اگر اس عورت کو یہ کہا جائے کہ وہ روزانہ صرف چار گھنٹوں کے لئے تن تنہا گھر سے باہر وقت دے تو یہ اس کے لئے ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے یا تو خانگی امور سخت متاثر ہوں گے یا پھر دہری مشقت اٹھا کر خود بہت سے مسائل اور دباؤ کا شکار ہو جائے گی ہمارے معاشرے کی اکثر خواتین کا تعلق اسی طبقے سے ہے۔

2۔ خوش حال طبقے سے تعلق رکھنے والی: اس قسم کی خواتین کو نہ معاشی مسائل کا سامنا ہوتا ہے اور نہ گھریلو کام کاج ہی کی زیادہ مشقت ہوتی ہے گھر کے سارے کام نوکر چاکر اور خادمائیں وغیرہ انجام دیتی ہیں اس طبقے کی خواتین گھر سے باہر وقت صرف کر سکتی ہیں ان کے لئے ممکن ہوتا ہے کہ اپنی تعلیم، اور صلاحیت کے حوالے سے معاشرے کی اسلامی حدود کے اندر خدمت انجام دینے کے لئے کوئی ملازمت کریں۔

3۔ غریب طبقے سے تعلق رکھنے والی: اس قسم کی خواتین کو سخت معاشی مسائل کا سامنا ہوتا ہے پھر گھر کے تمام کاج بھی خود انجام دینے ہوتے ہیں شوہر کی آمدنی کم ہوتی ہے مگر گھریلو اخراجات کی فہرست طویل ہوتی ہے چنانچہ شوہر کے ساتھ بیوی کو بھی کوئی نہ کوئی ملازمت کرنا پڑتی ہے خواہ گھر میں رہ کر یا گھر سے نکل کر حتی کہ ان کے بچے بھی بلوغت سے پہلے ہی ان کے ساتھ محنت مزدوری شروع کر دیتے ہیں ہمارے معاشرے میں اس طبقے کی بھی کمی نہیں ہے۔

یہ تو تھی ہمارے معاشرے کی واقعاتی صورت حال، اب ہم اسلامی نقطہ نظر سے اس مسئلے کا جائزہ لیتے ہیں۔

عورت کی ملازمت اور اسلام:

اسلام نے اگرچہ عورت کے نان ونفقہ کی ذمہ داری شوہر یا شوہر کی عدم موجودگی کی صورت میں اسکے سرپرستوں پر ڈالی ہے مگر اسکے ساتھ اسلام عورت کے مالی حقوق کو تسلیم کرتا ہے عورت کو اگر تحفے، وراثت یا مہر وغیرہ کی شکل میں مال ملتا ہے تو اس پر اسی کا حق ملکیت ہے اس مال کو بڑھانے کے لئے اگر وہ کسی جائز کاروبار میں لگانا چاہے تو شرعی حدود کی پابندی کرتے ہوئے وہ ایسا بھی کر سکتی ہے اسی طرح اگر ایک عوت یہ سمجھتی ہے کہ وہ خانگی ذمہ داریاں پوری کرنے کے ساتھ ساتھ گھر میں رہ کر یا گھر سے باہر نکل کر کوئی کام یا ملازمت بھی کر سکتی ہے تو اسے چند حدود وشرائط کے ساتھ ایسا کرنے کا یقیناً حق حاصل ہے وہ حدود یہ ہیں

1۔ ستر وحجاب کی پوری پابندی کرے۔

2۔ شوہر کی اجازت کے ساتھ ملازمت کرے۔

3۔ ملازمت کے سلسلے میں بغیر محرم کے طویل سفر نہ کرے۔

4۔ ایسی ملازمت سے بچے جہاں مردوں سے اختلاط رہتا ہے اگر بوقت ضرورت مردوں سے گفتگو کرنا پڑے تو لوچ دار انداز اختیار نہ کرے۔

5۔ یہ ملازمت اس کی خانگی ذمہ داریوں کو درہم برہم نہ کرے۔

عورت اگر ان حدود کی پابندی کرے تو وہ ملازمت اور تجارت وغیرہ کرسکتی ہے اس کے چند دلائل یہ ہیں:

1۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس ایک اونٹ اور گھوڑے کے سوا روئے زمین پر کوئی مال، کوئی غلام اور کوئی چیز نہ تھی۔ میں ہی انکا گھوڑا چراتی، اسے پانی پلاتی، ان کا ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی۔ میں اچھی طرح روٹی پکانا بھی نہیں جانتی تھی چنانچہ کچھ انصاری لڑکیاں جو بڑی سچی تھیں میری روٹیاں پکا جاتی تھیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی وہ زمین جو اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں دی تھی میں اس سے کھجور کی گٹھلیاں سر پر لاد کر لایا کرتی تھی جب کہ یہ زمین گھر سے دو میل دور تھی اس کے بعد میرے والد (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے ایک غلام ہمارے پاس بھیج دیا جو گھوڑے کی دیکھ بھال کا سب کام کرنے لگا اور میں بے فکر ہوگئی گویا والد ماجد نے (غلام بھیج کر) مجھ کو آزاد کردیا۔ (بخاری کتاب النکاح باب الغیرۃ ح ۵۲۲۴۔ مسلم کتاب السلام باب جواز ارداف المراۃ ح ۲۱۸۲)

2۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پردے کا حکم نازل ہونے کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اپنی کسی حاجت کے لئے (پردہ کر کے) گھر سے باہر نکلیں۔ انکا جسم چونکہ فربہ تھا اسلئے جو انہیں پہلے سے پہچانتا تھا (پردے کے باوجود) اسکے لئے انہیں پہچاننا مشکل نہ تھا چنانچہ راستے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ لیا اور کہا اے سودہ رضی اللہ عنہا اللہ کی قسم آپ تو ہم سے چھپ نہیں سکتیں، پھر سوچیے آپ کیوں گھر سے باہر نکلی ہیں؟ الٹے پاؤں واپس آگئیں اللہ کے رسول ﷺ میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے اور رات کا کھانا تناول فرما رہے تھے آپ ﷺ کے ہاتھ میں اس وقت گوشت کی ایک ہڈی تھی سودہ رضی اللہ عنہا نے داخل ہوتے ہی کہا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی کسی ضرورت کے لئے گھر سے باہر نکلی تھی اور عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ کہا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ پر وحی کا نزول شروع ہوگیا پھر جب نزول وحی کی کیفیت دور ہوئی تو تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے فرمایا: **انہ قد اذن لکن ان تخرجن لحاجتکن** (بخاری کتاب التفسیر باب قولہ لاتدخلوا بیوت النبی ....الخ ح ۴۷۹۵) ''اللہ تعالی نے تمہیں اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر جانے کی اجازت دے دی ہے''

3۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ کو جب تین طلاقیں ہوگئیں تو وہ (دوران عدت) اپنے کھجوروں کے درخت کاٹنے کے لئے گھر سے باہر چلی گئیں ایک آدمی نے راستے میں انہیں دیکھا تو اس نے انہیں (دوران عدت) گھر سے باہر نکلنے پر منع کیا۔ چنانچہ آپ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئیں اور یہ بات آنحضرت ﷺ سے بیان کی۔ آنحضرت نے ان کی بات سن کر فرمایا: **اخرجی فجدی نخلک لعلک ان تصدقی منہ او تفعلی خیرا** (ابو داؤد کتاب الطلاق باب فی المبتوتۃ تخرج بالنہار ص ۲۲۹۴. مسلم ح ۱۴۸۳) ''تم باہر (اپنے کھیت کی طرف) ضرور جاسکتی ہو شاید تم اس (درخت کے پھل سے) صدقہ کرو یا کوئی اور بھلائی کا کام کرو''

4۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے دور میں ایک صحابیہ خاتون تھیں جن کا اپنا کھیت تھا اور وہ اس کی پانی کی نالیوں کے اطراف میں چقندر کی کاشت کیا کرتی تھیں جمعہ کے دن وہ اس چقندر کو جڑوں سے اکھاڑتیں اور ایک ہنڈیا میں اسے پکاتیں پھر اوپر سے ایک مٹھی جَو کا آٹا اس پر چھڑک دیتیں۔ اس طرح یہ چقندر گوشت کی طرح ہو جاتا، جمعہ سے واپسی پر ہم ان کے ہاں جاتے اور انہیں سلام کرتے وہ یہی پکوان ہمارے آگے کردیتیں اور ہم اسے چاٹ جاتے۔ ہم لوگ ہر جمعہ ان کے اس کھانے کے آرزومند رہا کرتے تھے۔

(بخاری **کتاب الجمعۃ باب قول اللہ تعالی فاذا قضیت الصلاۃ فانتشروا..** ح ۹۳۸)

5۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی بعض ہنر جانتی تھیں ایک دفعہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور کہا کہ میں ایک ہنر جانتی ہوں اور چیزیں بنا کر فروخت کرتی ہوں۔ مگر میرے شوہر اور بچوں کا کوئی ذریعہ آمدن نہیں تو کیا میں اپنے کمائے ہوئے مال سے ان پر خرچ کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں بلکہ تمہیں اس پر ثواب ملے گا۔

(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۲۱۲)

6۔ امام ابن سعد نے اپنی کتاب الطبقات میں اس طرح کے کچھ اور واقعات بھی نقل کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں عورتیں چھوٹے موٹے کام کاج کیا کرتی تھیں بعض عورتیں عطر بنا کر فروخت کرتی تھیں۔

عملی مسائل:

ایک مسلمان عورت ستر وحجاب کے احکام کا لحاظ رکھتے ہوئے ملازمت یا تجارت کر سکتی ہے اس اصول کا جب ہم اپنے معاشرے پر اطلاق کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمیں بڑی پریشانی ہوتی ہے اس لئے کہ پورے ملک میں اختلاط مردوزن کی ایسی لہر اٹھی ہوئی ہے کہ کوئی شعبہ بھی اس کے مضر اثرات سے محفوظ نہیں۔ یہ بات درست ہے کہ تدریس، طب، قانون، انتظامات اور اس طرح کے بے شمار شعبوں میں خواتین کی ضرورت ہے لیکن اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے انتظامات مناسب نہیں سب سے پہلے تو یہ ضروری تھا کہ مردوزن کا اختلاط روکنے کے لئے الگ الگ ادارے قائم کیے جاتے۔ خواتین کی یونیورسٹیاں الگ بنائی جاتیں پھر خواتین کے متعلقہ اداروں کا انتظام وانصرام عورتوں ہی کے پاس ہوتا۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا اور اب بھی اسے انتہائی دشوار کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے حالانکہ نیت درست ہو تو یہ کچھ دشوار نہیں اگر خواتین کے لئے الگ یونیورسٹیاں اور دیگر ادارے بنانا ہر جگہ ممکن نہیں تو کم از کم خواتین کے شعبے ہی الگ بنا دیے جائیں اور وہاں مردوں کے اختلاط کو ختم کر دیا جائے۔

بیوی کی کمائی پر شوہر کا حق:

عورت کی ملازمت کے ساتھ یہ مسئلہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ بیوی ملازمت یا تجارت وغیرہ کے ذریعے جو مال حاصل کرتی ہے اس کی وہ اکیلی مالک ہے یا اس کا شوہر بھی اسکا حق دار ہے؟ جہاں تک عورت کو ملازمت کے علاوہ دیگر ذرائع (مثلاً مہر، ہبہ وغیرہ) سے حاصل ہونے والے مال کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں یہ واضح رہے کہ اس پر شوہر کا کوئی حق نہیں عورت ہی اس مال کی مالکہ ہے ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے شوہر کو کچھ دیتی ہے تو یہ الگ بات ہے۔ البتہ اگر عورت شادی کے بعد مال کماتی ہے تو اس مال کے بارے میں سب سے پہلے تو یہ دیکھا جائے گا کہ آیا اس مال کمانے کی محنت میں شوہر کے حقوق میں کمی تو نہیں ہوئی۔ اگر شوہر کے حقوق میں کسی طرح کی کمی واقع نہیں ہوئی تو پھر اس مال پر قانونی طور پر شوہر اپنے حق ملکیت کا دعوی نہیں کر سکتا۔ مثلاً عورت کو وراثت میں ایک مکان یا دکان ملی جسے اس نے کرائے پر اٹھا دیا ہے اور بغیر محنت یا وقت صرف کئے اس کی کمائی اسے حاصل ہو رہی ہے اس کمائی پر خاوند کا قانونی طور پر کوئی حق نہیں ہے۔

اگر عورت کسی ملازمت یا دستکاری وغیرہ کے ذریعے مال کماتی ہے اور اس میں محنت اور وقت صرف کرنے کی وجہ سے خانگی ذمہ داریاں متاثر ہوتی ہیں تو شوہر کو اس پر اعتراض ہو سکتا ہے شوہر اگر اعتراض کرے تو اس کے نتیجے میں میاں بیوی کے درمیان کوئی ایسا معاہدہ طے پا سکتا ہے جس پر دونوں رضامند ہوں ایسی صورت میں خاوند اپنی بیوی کی کمائی سے کچھ حصے کا دعوی بھی کر سکتا ہے اور ملازمت چھوڑنے پر اسے مجبور بھی کر سکتا ہے اگر بالفرض خاوند ایسا کوئی اعتراض نہ کرے تو الگ بات ہے پھر بھی اخلاقی طور پر عورت کو چاہئے کہ اپنے مال سے خاوند کے ساتھ تعاون کرے۔

یہ تو تھا اس مسئلے کا قانونی حل، لیکن ضروری نہیں کہ ہر مسئلے کو قانونی انداز سے دیکھا جائے بالخصوص میاں بیوی کے درمیان جو رشتہ ہے وہاں صرف قانونی تقاضوں ہی کو اگر مدنظر رکھا جائے تو یقیناً اکثر شادیاں ناکام ہو جائیں اور خاندانی زندگی کا امن وسکون تباہ وبرباد ہو جائے، ازدواجی زندگی میں قانونی پہلو کے ساتھ اخلاقی پہلو کی بنیادی اہمیت ہے اخلاقی پہلو کی رعایت کرتے ہوئے میاں بیوی میں سے ہر ایک کو اپنے شریک حیات کا خیر خواہ بن کر رہنا چاہئے مرد نان ونفقہ کا ذمہ دار ہے لیکن اس کی معاشی حالت اگر کمزور ہے اور بیوی کی معاشی حالت اچھی ہے تو بیوی کو از خود خاوند کی مدد کرنی چاہئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مالدار تھیں اور شادی کے بعد انہوں نے آنحضرت ﷺ کی جس طرح اپنے مال سے دل کھول کر مدد کی وہ قابل اتباع ہے۔

لیکن اگر شوہر صاحب حیثیت ہے اسے مال کی ضرورت بھی نہیں بیوی کی ملازمت پر اعتراض بھی نہیں تو عورت اپنی آمدنی کو اپنی آزاد مرضی سے شرعی لحاظ سے ہر طرح کی جائز مدات میں صرف کرنے کا حق رکھتی ہے تاہم اسکے نان ونفقہ کی ذمہ داری شوہر کی ہی رہے گی۔

بقیہ: تبصرہ کتاب

اسلام نہیں چاہتا کہ ساری دولت چند لوگوں کے ہاتھوں میں جمع رہے، اسلام نہیں چاہتا کہ دولت کسی کی اجارہ داری میں آ جائے یا کوئی شخص اپنے پاس ڈھیر لگائے، اسلام ڈھیر کا سخت مخالف ہے، اسلام چاہتا ہے دولت تقسیم ہوتی رہے، اس کا یہ اصول زکوٰۃ اور وراثت میں بالکل مساوی بنیاد پر قائم ہے۔ علاوہ ازیں نماز اور زکوٰۃ کے مسائل واحکام کے علاوہ روزہ، حج وعمرہ، قربانی، جہاد، سود، جواء، میراث، مہر، لعان، حدود، زنا، حد قذف، طعام، شراب اور کئی دوسرے معاشرتی مسائل وغیرہ پر قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیے ہیں اور علم اخلاق کے باب میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا، شجاعت، عفو واحسان وغیرہ پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

قارئین کرام! یہ کتاب اس لائق ہے کہ ہر پڑھا لکھا مسلمان اس کا مطالعہ کرے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو احکام بتائے ہیں ان پر عمل کر کے اپنی دنیا وآخرت کو سنوارے۔

جنگ قادسیہ کا پس منظر اور پیش منظر

محمد اسحاق حقانی.........مدرس جامعہ اہلحدیث لاہور

قسط نمبر:3

حضرت سعد نے ترجمان کو بلا کر قیدی سے پوچھا کہنے لگا اگر جان کی امان پاؤں تو سچ بتاؤں کہا بتا، ہمارے ہاں سچ کی قدر ہے، کہنے لگا کہ میری عمر لڑائیوں میں ہی گزری ہے میں نے طلیحہ جیسا کوئی بہادر نہیں دیکھا۔ دو لشکروں کے درمیان سے کہ ہر لشکر ستر ہزار سپاہیوں پر مشتمل گھوڑا کھول لے آیا اور اس کا پیچھا کرنے والے میرے دو چچازاد بھائی قتل ہوئے ہر ایک ان میں سے ایک ہزار آدمی کے برابر تھا اور میں ان کے قتل کا بدلہ لینا چاہتا تھا اور اپنے جیسا کسی کو نہیں سمجھتا تھا۔ مگر اس کے سامنے بے بس ہو گیا اور موت کو دیکھتے ہوئے قیدی بننا منظور کر لیا اور اہل فارس کی فوج ایک لاکھ بیس ہزار ہے، خدام اس کے علاوہ ہیں پھر وہ آدمی مسلمان ہو کر طلیحہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ جب تک تم صدق و وفا اور ہمدردی کو اپنائے رکھو گے تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

اس صورت حال کو دیکھ کر رستم نے پیش قدمی شروع کر دی اور مسلمانوں کے لشکر کے سامنے عتیق نامی پر پڑاؤ ڈالا، اگلی صبح نجومی نے رستم کو اپنا خواب بتایا کہ میں نے آسمان کی طرف سے ایک ڈول آتا دیکھا پھر الٹ گیا اور اس کا پانی بہہ گیا اور اس پانی میں مچھلی تڑپنے لگی، رستم نے کہا کہ کسی اور کو تو نہیں یہ خواب بتایا کہا نہیں، کہا کہ بتانا بھی نہیں پھر اپنے لشکر کا جائزہ لینے لگا اور مسلمانوں کے سامنے پل پر کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ کوئی اپنا نمائندہ بھیجو کہ ہم اس کے ساتھ بات چیت کریں تو حضرت سعد نے زہرہ کو بھیجا، رستم کہنے لگا کہ تم ہمارے ہمسائے تھے اور تمہارا کچھ علاقہ ہماری عملداری میں تھا، ہم تمہارے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے تمہیں غلہ وغیرہ بھی دیتے تھے اور تمہاری معاشی حالت بہتر کرنے کے لیے اپنی سرزمین میں تجارت کی بھی اجازت دیتے، یہی صورت حال رہنی چاہیے۔

زہرہ کہنے لگے تیری باتیں درست ہیں مگر ہمارا مقصد زندگی صرف معیشت کو بہتر بنانا نہیں بلکہ آخرت کی فکر ہے۔ نبی کی آمد سے پہلے ہمیں سوائے پیٹ کی سوچ کے اور کوئی خیال نہیں تھا۔ مگر اب ہمارے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے کہ تم میرے دین کو اپناؤ گے تو غالب رہو گے اور عزت پاؤ گے ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے۔ دین کی بنیاد کلمہ توحید ہے اور اس کے ذریعے بندوں کو غلامی سے نجات ملتی ہے، تمام انسانوں کے حقوق برابر ہیں، سارے آدم کی اولاد ہیں۔ رستم کہنے لگا اگر ہم اس دین کو قبول کر لیں تو پھر تمہارا ہمارے ساتھ کیسا سلوک ہوگا؟ زہرہ نے کہا پھر ہم واپس چلے جائیں گے، رستم نے چند سردار بلائے اور معاملہ ان کے سامنے پیش کیا وہ بپھر گئے کہنے لگے بے وقوف اور بزدل کہیں کا، کہنے لگا کہ میں تمہاری پختگی دیکھنا چاہتا تھا، زہرہ نے واپس آکر حضرت سعد کو صورت حال سے آگاہ کیا تو حضرت سعد نے مغیرہ بن شعبہ، بسر بن ابی رھم، عرفجہ بن ھرثمہ، حذیفہ بن محصن، ربعی بن عامر وغیرہ عربی سرداروں کو بلایا اور کہا کہ میں تمہیں فارسیوں کی طرف بھیجوں تو تم کیا کرو گے؟ کہنے لگے جو آپ کا حکم ہوگا اس حد تک رہیں گے اور جس معاملے میں آپ کی کوئی ہدایت نہیں ہوگی اس پر غور و فکر کر کے بہتر نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ فرمایا کہ جاؤ اسی میں بہتری ہے، ربعی بن عامر کہنے لگے کہ اہل عجم کے ہاں کچھ رسوم و آداب ہیں اگر ہم اکٹھے ہو جائیں گے تو وہ خیال کریں گے کہ معاملہ بڑا اہم ہے، جس کے لیے یہ مل کر آئے ہیں، بہتر یہ ہے کہ صرف ایک آدمی گفتگو کے لیے جائے۔

سب نے اتفاق کیا کہ تو جا۔ وہ رستم کی طرف روانہ ہوئے تو پہرے داروں نے کہا کہ انتظار کرو، رستم کو پیغام بھیجا کہ مسلمانوں کا نمائندہ آیا ہے تو اس نے اپنے سرکردہ آدمی بلائے، ان سے مشورہ لیا کہ اس سے سختی کے ساتھ نمٹیں یا نرمی کا سلوک کریں کہنے لگے کہ پہلے نرمی کر کے دیکھو، تو انہوں نے رستم کے لیے سنہری پلنگ سجایا، قالین اور گاؤں تکیے لگا دیے جو سونے چاندی سے مزین تھے۔ ادھر حضرت ربعی معمولی سے گھوڑے پر جو پست قد کا تھا، گلے میں تلوار لٹکائے ہوئے جس پر نیام کے بجائے کپڑے کے چیتھڑے لپیٹے ہوئے تھے، ہاتھ میں نیزہ اور چمڑے سے بنی ہوئی ڈھال تیر اور کمان پکڑے ہوئے رستم کے پاس پہنچے، قالین کے پاس جا کر گھوڑے سے اترے اور دو تکیوں میں سوراخ کر کے اس کو باندھ دیا، ان کو غصہ آیا مگر رستم کے فیصلہ کے مطابق خاموشی پر مجبور تھے، کہنے لگے کہ ہتھیار اتار کر آگے جا کہا میں اپنی مرضی سے نہیں آیا کہ ہتھیار رکھ دوں تم نے بلایا ہے اگر تمہیں ناگوار ہے تو واپس چلا جاتا ہوں۔

رستم نے کہا آنے دو ایک آدمی ہے کیا کرلے گا؟ تو وہ اسی طرح نیزہ ان کے قالینوں پر کھینچتے ہوئے آگے بڑھے، نیزہ قالین میں گاڑ کر زمین کے فرش پر بیٹھ گئے اور کہا کہ ہمیں ان زیبائشوں سے کچھ واسطہ نہیں۔ رستم نے پوچھا کیوں تم ہمارے مقابلے پر آتے ہو کہا اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا کہ دین کی نعمت سے نوازا ہے، تاکہ بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کے دربار میں کھڑا کریں اس معمولی دنیا کے بجائے وسیع آخرت کی طرف توجہ کریں، دنیا سے ظلم کا خاتمہ کر کے اسلام کا نظام عدل نافذ کریں جو اس پیغام کو قبول کرلے اس کی جان و مال محفوظ ہو جائے گی اور جو انکار کرے گا اس کے ساتھ لڑائی ہوگی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو جائے، پوچھا کہ وہ کیا وعدہ ہے کہا موت کے بعد جنت یا دنیا میں سربلند، رستم نے کہا میں نے تیری بات سن لی، ہمیں مہلت دو ہم اس پر غور کریں گے اور تم بھی غور کرو، کہا کتنی مہلت چاہیے ایک دن یا دو دن، کہا کہ ہم اپنے اہل رائے اور زعماء سے مشورہ کر کے پھر بتائیں گے، اس کا مقصد تھا کہ ان کو ٹال دیا جائے، حضرت ربعی کہنے لگے کہ ہمارے پیغمبر اور خلفاء کا یہ طریقہ ہے کہ دشمن کو تین دن سے زیادہ مہلت نہ دی جائے۔ اس لیے تم ان دنوں میں غور کرلو، تمہارے لیے تین چیزیں ہیں یا تو اسلام قبول کرلو ہم تمہارا علاقہ خالی کر کے چلے جائیں گے یا جزیہ ادا کرو پھر اگر تم کو کسی دشمن سے خطرہ ہو تو ہم تمہارا دفاع کریں گے یا پھر مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ، چوتھے دن بھی ہماری طرف سے پہل نہیں ہوگی۔ جب تک تمہاری طرف سے چھیڑ چھاڑ نہ ہو میں تم کو ضمانت دیتا ہوں۔

انہوں نے کہا کیا تو سپہ سالار ہے؟ کہا کہ نہیں تمام مسلمانوں کے حقوق ایک جیسے ہیں، کسی ایک مسلمان کا کسی کو پناہ دینا سب لشکر کی طرف سے پناہ ہے۔ رستم نے اپنے آدمیوں سے تنہائی میں کہا، ایسی تم نے واضح اور پختہ کلام سنی ہے وہ کہنے لگے خدا کی پناہ کہ ہم ایسے حقیر آدمی کی باتیں سن کر اپنے دین کو چھوڑ دیں جس کے جسم پر لباس بھی معمولی سا ہے۔ اس نے کہا کہ تم اس کے لباس کی طرف نہ دیکھو اس کی فہم و فراست اور بات پر غور کرو، عربوں کے ہاں کھانے اور پینے کی اتنی اہمیت نہیں ان کے ہاں تو حسب و نسب اور کارنامے معتبر ہیں۔ سرداروں نے حضرت ربعی کے سامنے اپنے ہتھیار کا رعب ڈالنا چاہا تو انہوں نے کہا کہ میں اپنے ہتھیار دکھاؤں اس نے تلوار سے چیتھڑے ہٹائے تو وہ شعلے کی طرح چمک رہی تھی۔

سردار کہنے لگے کہ اس کو نیام میں ہی رہنے دے، پھر انہوں نے اپنی ڈھال چمڑے کی ان کے سامنے رکھی اور کہا کہ نشانہ لگاؤ لیکن ان کے نیزوں کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا پھر واپس اپنے امیر لشکر حضرت سعد کے پاس گئے، اگلے دن پھر انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کل والے آدمی کو آج پھر ہمارے پاس بھیجو لیکن حضرت سعد نے حذیفہ بن محصن کو ان کی طرف بھیجا انہوں نے کہا کہ کل والا آدمی نہیں آیا کہ ہمارا امیر لشکر سختی اور نرمی میں عدل کرتا ہے آج مجھے بھیجا ہے، پھر انہوں نے بھی حضرت ربعی کی طرح سوال و جواب کیئے اور واپس آئے، اگلے دن مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا گیا وہ سیدھے ان کے قالینوں کو روندتے ہوئے رستم کے ساتھ اس کی نشست گاہ پر بیٹھ گئے، لوگوں کو یہ بات ناگوار گزری، پکڑ کر ان کو نیچے اتار دیا، وہ کہنے لگے کہ ہمیں تو خبر ملی تھی کہ تم عقل مند ہو مگر میں نے تو تم سے زیادہ احمق کسی کو نہیں پایا ہم عرب سب ایک دوسرے کے برابر ہیں تم طبقات میں تقسیم ہو اور یہ زوال کی علامت ہے، تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ اسلام قبول کرلو ورنہ تم پر ایسا وقت آئے گا کہ تم منت سماجت کے ساتھ جزیہ ادا کرو گے، رستم نے کہا ہم ایسا نہیں کریں گے۔

تمہاری مثال اس لومڑی کی ہے جس نے انگور کا باغ دیکھا تو دوسروں کو بھی آواز دے کر وہاں بلا لیا، جب سارے باغ میں اکٹھے ہو گئے تو مالی نے وہ راستہ بند کر دیا جہاں سے داخل ہوئے تھے اور پھر سب کو مار ڈالا، تمہیں بھی حرص و طمع یہاں لے آیا ہے اس لیے بہتر ہے کہ تم اپنی ضرورت کا غلہ وغیرہ لے کر چلے جاؤ، مزید جو چاہیے بتا دینا ہم بھیج دیں گے، مسلمانوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلے کفر میں تھے اگر اسی حالت میں مر جاتے تو ٹھکانہ جہنم ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر رحم فرمایا کہ رسول ﷺ کے ذریعے ہمیں ہدایت ملی اور جنہوں نے اس کا انکار کیا ذلت و رسوائی ان کا مقدر بنی، اب اسی دین کی سربلندی کے لیے جہاد کا پرچم لے کر نکلے ہیں اگر تم اس کو قبول کرلو تو ہم واپس چلے جائیں گے اور تمہیں کتاب اللہ دستور و قانون کے لیے دے جائیں گے، یا پھر صلح کے ساتھ ہمارے باجگذار بن کر رہو، نہیں تو پھر تلوار ہمارا تمہارا فیصلہ کرے گی، رستم کہنے لگا کہ اب پھر فیصلہ ہو جانا چاہیے، تم ہماری طرف پل پار کر کے آؤ یا ہم آئیں، مسلمانوں نے کہا کہ تم آجاؤ، حضرت سعد نے اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا ادھر ایرانیوں نے پل کے علاوہ ایک اور رستہ دریا میں بنایا کیونکہ خطرہ تھا کہ مسلمان پل کی ناکہ بندی کرلیں گے۔

حضرت سعد ان دنوں بیمار تھے ان کی پیٹھ اور رانوں پر پھوڑے نکلے ہوئے تھے جس کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتے تھے اور نہ چت لیٹ سکتے تھے، سینے کے بل تکیہ پر لیٹ کر اپنی فوج کی کمان کر رہے تھے اور خالد بن

عرفطہ کو سپہ سالار مقرر کیا اور تحریری طور پر ان سے رابطہ تھا۔ کچھ لوگوں کو خالد کی سپہ سالاری ناگوار گزری تو حضرت سعد نے اونچی جگہ لیٹے لیٹے لوگوں کو خطاب کیا اور اختلاف کرنے والوں کو تنبیہ کی کہ دشمن تمہارے سر پر ہے اب اگر میں تم کو سزا دوں تو دشمن خوش ہوگا اس لیے اب اگر کسی نے غلط حرکت کی تو اس کو نمونہ عبرت بنا دیا جائے گا۔ حضرت جریرؓ بن عبداللہ بجلی کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سمع واطاعت پر بیعت کی ہے اگرچہ غلام حبشی کو ہی امیر بنا دیا جائے۔ حضرت سعد نے سوموار ۱۴ھ یکم محرم کو خطاب عام کیا، حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھا ہے کہ زمین میں میرے نیک بندے وارث ہوں گے اب تمہارا دشمن تمہارے سامنے ہے اور تم عرب کے منتخب لوگ ہو، اگر تم دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طلب رکھو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دونوں عطا کر دیں گے اور اگر تم نے بزدلی اور کمزوری دکھائی تو اس سے تمہاری زندگی میں اضافہ نہیں ہوگا۔ بلکہ دشمن دلیر ہو جائے گا اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور آخرت بھی خراب ہوگی، میں نے خود سپہ سالاری کرنی تھی مگر بیماری سے مجبور ہوں میں تم پر خالد بن عرفطہ کو مقرر کرتا ہوں اس کی بات سننا اور ماننا، وہ میرے احکام کے مطابق چلے گا۔ سب نے حضرت سعد کی معذوری قبول کرتے ہوئے اطاعت کا اعلان کیا اور کہا کہ آپ نے درست فیصلہ کیا ہے، ادھر رستم نے مسلمانوں کی جاسوسی کے لیے آدمی بھیجا اس نے واپس جا کر مسلمانوں کی کیفیت بیان کی، رستم نے پوچھا ان کا کھانا پینا کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے رات ان میں گزاری مگر کچھ کھاتے پیتے نہیں دیکھا، سوائے ایک بالشت لکڑی کے کہ صبح وشام اور رات کو سونے سے پہلے اس کو چوستے ہیں اور صبح جب اذان ہوئی تو وہ لکڑی کو منہ میں ڈال کر آع آع کرتے، جیسے کسی پر حملہ کرنے والے ہیں۔

حضرت سعد نے ان لوگوں کو بلایا جن کو رستم کی طرف گفتگو کے لیے بھیجا تھا جن میں مغیرہ، حذیفہ، عاصم، طلیحہ، قیس اسدی جیسے سردار، شماخ حطیہ اوس اور عبدہ جیسے شعراء تھے ان کو کہا کہ فوج میں پھیل کر ان کو وعظ ونصیحت کرو اور حوصلہ بڑھاؤ اور جہاد کی رغبت دلاؤ۔ ادھر ایرانی بیس ہزار کی فوج لے کر آگے بڑھ رہے تھے۔ 30 ان کے پاس ہاتھی تھے، ہر ہاتھی کے گرد چار ہزار سپاہی تھے، حضرت سعد نے اپنی فوج کو تلقین کی اور سورۃ جہاد (توبہ) کی تلاوت کرائی اور فرمایا کہ اچھی طرح تیاری کر لو، نماز ظہر کے بعد میں نعرہ تکبیر بلند کروں گا تم نے بھی اس کا جواب دینا، تیسری تکبیر پر تمہاری تیاری مکمل ہو جائے۔ پیادے اور سوار ہتھیار بند ہو جائیں، چوتھی تکبیر پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑو، ایرانیوں کی طرف سے ہرمز تاج پہنے نکلا جلدی سے غالب نے اس کو قابو کر لیا اور کھینچ کر حضرت سعد کے خیمہ میں قید کر دیا۔ پھر حضرت عاصم بن عمرو کا ایک ایرانی سے مقابلہ ہوا تو وہ بھاگ کر اپنے لشکر کی اگلی صف کے قریب پہنچا تو ایک ایرانی خچر پر سوار تھا وہ خچر کو چھوڑ کر اس کو بچانے لگا تو عاصم خچر پر سوار ہو کر آگے بڑھے تو بادشاہ کا خادم کھانا اور شہد لے کر جا رہا تھا وہ اس سے چھین کر سعد کے پاس لے آئے حضرت سعد نے کہا اپنے ساتھیوں کے پاس لے جا، ادھر ایک ایرانی نے اعلان کیا کہ ہے کوئی مرد میدان میرے مقابلے کے لیے، عمر بن معدی کرب نے آگے بڑھ کر اس کو گردن سے پکڑ کر زمین پر دے مارا اور تلوار سے اس کی گردن اڑا دی۔ ایک ایرانی ترکش لے کر آگے بڑھا تو عمرو نے اس کو دبوچ لیا اور کمر بند سے کھینچ کر گھوڑے پر ڈال کر اسلامی لشکر کے پاس لا کر اس کو قتل کر دیا۔ ایرانیوں نے جب اسی طرح اپنے آدمیوں کا حشر دیکھا تو جس جانب بجیلہ تھے سولہ ہاتھیوں کے ساتھ یکبارگی حملہ کر دیا ہاتھیوں کو دیکھ کر مسلمانوں کے گھوڑے بدک کر پیچھے بھاگنے لگے۔

حضرت سعد نے اس صورت حال کو دیکھ کر بنی اسد کو حکم دیا کہ آگے بڑھ کر دفاع کرو تو طلیحہ بن خویلد نے اعلان کیا کہ بنی اسد (شیرو) تمہارا نام لے کر کہا گیا ہے کہ ان کو تم پر اعتماد ہے اس لیے اپنے نام کی لاج رکھنا، آگے بڑھو پیچھے مت ہٹو۔ اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ رکھو تمہیں خود اپنا دفاع کرنا ہوگا، دس آدمی آگے بڑھے اور کہا کہ کب ہم کسی معرکے میں پیچھے رہے ہیں تو سب نے مل کر حملہ کیا اور بجیلہ کے گرد ایرانیوں کو پیچھے دھکیل دیا پھر انہوں نے مسلمانوں پر جالنوس اور ذوالحاجب کی قیادت میں حملہ کر دیا ادھر حضرت سعد نے اللہ اکبر کہا تو مسلمانوں نے بھی دفاعی پوزیشن اختیار کر لی تھی۔

حضرت سعد نے عاصم بن عمر کے ذریعے بنی تمیم کو پیغام دیا کہ ہاتھیوں کو تیروں کے ذریعے آگے بڑھنے سے روکو، بنو تمیم نے تیروں کی بارش شروع کر دی تو ہاتھی پیچھے کو پلٹے تو انہوں نے تلواروں کے ساتھ ان کی پیٹھوں کے نمدے کاٹ کر دمیں پکڑیں اور ہاتھیوں کے خصتین پر تلواروں کے وار کیے تو وہ خوفناک آوازیں نکالتے ہوئے ایرانیوں کے سپاہیوں کو روندنے لگے۔ اوپر سے بنو تمیم نے ان کو قتل کرنا شروع کر دیا، اس طرح شام تک معرکہ چلتا رہا، مسلمانوں کے پانچ سو آدمی شہید ہوئے ان کو غریب جگہ منتقل کیا گیا۔ زخمیوں پر عورتوں کی ڈیوٹی لگائی گئی۔

(جاری ہے)

حافظ محمد دین تلمیذ مفتی محمد صدیق سرگودھویؒ

عطاء محمد جنجوعہ قسط نمبر: 1

خاندان:

حافظ محمد دین 24 جنوری 1939ء کو کوٹ بھائی خان (سرگودھا) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام خدا بخش تھا جو صوم وصلوٰۃ کے پابند صابر وشاکر اور متوکل مزاج تھے۔ اخلاقی طور پر ملنسار اور خوش طبع تھے، میاں مہربان دین، میاں سردار، اللہ دین جنجوعہ، احمد دین گھڑ اور اللہ بخش گوہران کے ہم دم اور ہم سفر تھے۔ آپ کے مالی وسائل کا انحصار کاشتکاری پر تھا، حافظ جی کا خاندان شرافت اور اسلام سے رغبت کی وجہ سے گاؤں میں معزز تھا، معتبر گھرانے ان سے میل ملاقات کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔

آپ کی والدہ بختاور پارسا، مواحد اور رفیق القلب خاتون تھیں، کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اس کی زندگی کا معمول تھا، حقیقی بھائی نہ ہونے کی بناء پر میکہ خاندان کی طرف سے اداس رہتی تھیں، اس لیے محلہ کی اپنی جس غمزدہ عورتوں سرداراں دختر گھیہ اور سرداراں لکھو جنجوعہ سے ان کا میل جول تھا۔ وہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ بانٹتی تھیں، تاہم اماں جی انکو صبر وشکر اور نیکی کی تلقین کرتی تھیں، عمر کے آخری حصہ میں معذور ہونے کے باوجود نہ صرف خود صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں بلکہ محلّہ کی عورتوں کو بھی دعوت دیتی تھیں۔

تقسیم ہند کے بعد مسلم معاشرہ میں تنگ دستی کا دور تھا، اماں جی خوددار طبیعت کی مالک تھیں، انہوں نے رب کے دربار کے علاوہ کسی سے سوال نہ کیا وہ عموماً کہا کرتی تھیں

ماں دیوے پائی میں ہو ڈنگ پکائی
دیوے رب سائیں میں نت پئی پکائیں

راقم الحروف جب ان سے ملنے 23 چک جاتا تو اپنے اور میرے بزرگوں کی قناعت کے سبق آموز واقعات سناتیں، ترقی وکامرانی کی دعائیں دے کر فارغ کرتیں۔ حافظ جی کے ناناجان احمد دین ملک حافظ قرآن تھے، وہ ماہ رمضان المبارک میں حافظ علی محمد، حافظ محمد دین جنجوعہ اور ان کے ساتھ مل کر قرآن حکیم سننے سنانے کا مقدس فریضہ بے لوث سرانجام دیتے تھے۔ بجلی نہ ہونے کے باوجود ان کی آواز گاؤں میں گونجتی تھی، عورتیں ذوق شوق سے چھتوں پر بیٹھ کر سنتی تھیں اور ایمان کو تازہ کرتی تھیں، مذکورہ صاحبان متولی مسجد کی عدم موجودگی میں امامت کرواتے تھے۔

حافظ محمد دین ملک برادری سے تعلق رکھتے ہیں جو ضلع سرگودھا کی بااثر قوم ہے، سکسیر، ماڑی اور مک موڑ کی اراضی کے موروثی مالک ہیں تاہم کوٹ بھائی مان میں آباد لک قوم کے تین خاندانوں کی ذاتی زمین نہ تھی البتہ وہ مزارعت پر کاشتکاری کرتے تھے، حافظ جی کے بزرگ مالک زمین کی حق تلفی نہ کرتے تھے وہ مویشیوں کو کھیتوں میں محتاط انداز میں چراتے تاکہ دوسروں کی فصل کا اجاڑہ نہ ہو، وہ رزق حلال کما کر بچوں کی کفالت کرتے تھے، گھر کی زمین میں اپنی ملکیت تھی، زرعی کام کاج کے بعد رات کو گھر واپس آجاتے اور اہلیہ کے دکھ سکھ میں برابر کے شریک ہوتے تھے، سماجی، رفاہی اور تبلیغی امور میں جماعتی احباب کے دست راست تھے

ضلع سرگودھا کی قدیم مسجد اہلحدیث:

حافظ جی کا آبائی گاؤں کوٹ بھائی خان جھاوریاں سے شاہ پور روڈ پر واقع ہے، جس کا رقبہ 18000 ہزار ایکڑ پر مشتمل ہے، لیکن خاندان جس کے موروثی مالک تھے۔ مغلیہ خاندان کے زوال کے دور میں ہندوستان میں افراتفری اور لاقانونیت کا دور شروع ہوا، طاقتور قبائل کمزور قوموں کو لوٹ کر چلے جاتے تھے، جہاں زمین زرخیز ہوتی وہاں مقامی لوگوں کو علاقہ بدر کر کے خود قابض ہو جاتے تھے۔ چنانچہ بھائی خان مسکن نے ڈاکو لٹیروں سے حفاظت کے لیے قلعہ تعمیر کرایا، چونکہ کوٹ قلعہ کو کہتے ہیں، اسی لیے اس کا نام کوٹ بھائی خان مشہور ہو گیا، قلعہ تو منہدم ہو چکا ہے، البتہ اس کے آثار باقی ہیں رفتہ رفتہ گاؤں کی آبادی میں اضافہ ہوتا گیا۔

مولانا قطب دین نے کوٹ بھائی خان کی شمالی جانب 1187ھ میں مسجد اہلحدیث کی بنیاد رکھی، جس میں بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے مدرسہ قائم کیا۔ قطب دین کی وفات کے بعد ان کے بیٹے حافظ محمد دین خدمت دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ انہوں نے 1317ھ میں اسی مسجد کو از سر نو تعمیر کروایا، وہ مدرسہ رحیمیہ رہل کے فیض یافتہ تھے، ان کی ذاتی لائبریری میں عربی فارسی کی نایاب کتب کا وسیع ذخیرہ تھا۔

سید احمد، شاہ اسماعیل نے انگریزوں اور لکھنو کے مظالم سن کر ان کے خلاف جہاد شروع کیا، سانحہ بالاکوٹ کے بعد بنگال، صادق پور اور پٹنہ کے اہلحدیثوں نے گوروں کے خلاف گوریلہ مہم جاری رکھی۔ انگریزوں نے ان کو وہابی کہنا شروع کر دیا۔ جبکہ بعض اصحاب الحدیث نے نئی نسل کو قرآن وحدیث سے روشناس کرانے کے لیے درس وتدریس اپنی زندگی کا مشن بنالیا۔ مولانا قطب دین اسی قافلہ کے تبلیغی سپاہی تھے، جنہوں نے 1187ھ میں کوٹ بھائی خان میں مسجد اہلحدیث کی بنیاد رکھی۔ کافی عرصہ بیت گیا لیکن آج بھی عوام میں وہابیوں کی مسجد کے نام سے معروف ہے، اسکی تاریخی حیثیت کو ثابت کرنے کے لیے حنفی بزرگ کی شہادت پیش کرتا ہوں کوٹ بھائی خان کے قریب ''بیربل'' گاؤں ہے جہاں کے حنفی بزرگ خواجہ غلام مرتضےٰ فقہی علم اور زہد وتقویٰ کی وجہ سے علاقہ بھر میں مشہور تھے، جن کی عربی زبان میں قلمی تصانیف پر چند احباب نے ایم فل اور پی ایچ ڈی بھی کی ہے۔

حکیم عبدالرسول بکھروی نے ان کے حالات زندگی اور علمی معروفیات کو بڑی عقیدت سے ''انوار مرتضویہ'' کے نام سے تحریر کیا۔ حکیم صاحب رقمطراز ہیں: حضرت قبلہ (مولانا غلام مرتضیٰ) روحی فداہ بہ ۱۲۵۱ھ اپنی مطہر بیربل شریف علاقہ شاہ پور میں پیدا ہوئے۔ ولادت باسعادت سے پہلے ایک کامل بزرگ نے آپ کے والد ماجد کو آپ کی پیدائش اور علو مرتبت کی بشارت دے دی تھی، آپ کی عمر تیرہ برس کی تھی کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا، حضرت نے حیات والد بزرگوار میں کلام اللہ حفظ کر لیا تھا اور مسائل فارسی کا سکندر نامہ اور علم فقہ کی بعض فارسی کتابیں اور فتاویٰ مثل صلوٰۃ مسعودی وغیرہ ختم کر لیے تھے۔ آپ کی طبیعت مبارک اور اخلاق لڑکپن میں ہی ایسے تھا کہ اہل بصیرت دیکھ کر یقین کر لیتے تھے کہ آپ مادرزاد ولی ہیں۔ (انوار مرتضیٰ ص:23)

آپکے زمانہ میں غیر مقلدوں کا بڑا زور وشور ہو گیا، ان کے ساتھ چند دفعہ آپ کو بحث ومباحثہ کا اتفاق ہوا، آپ کے انفاس قدسیہ کی برکت سے حق تعالیٰ نے ان اطراف سے ان کا قلع قمع کر دیا۔ سب سے بڑی بحث مقام کوٹ بھائی خان میں ہوئی، بحث کی خبر سن کر دور دور سے خلقت جمع ہوئی، حفظ وامن کے واسطے حکام کی طرف سے بذریعہ رسالدار انتظام کرایا گیا، غیر مقلدین کا گروہ جو بڑی دھوم دھام سے آیا تھا اور جس کو اپنی ہندوستان کی تعلیم کا بڑا گھمنڈ و فخر تھا اور بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال کر لیا تھا، حضرت صاحب نے دو تین باتوں میں لاجواب کر دیا۔ (انوار مرتضیٰ ص:26)

مولانا غلام مرتضےٰ متوفی ۱۳۲۱ھ کے حالات زندگی پر مبنی ''انوار مرتضویہ'' کا اقتباس ثبوت مہیا کرتا ہے کہ مسجد اہلحدیث کوٹ بھائی خان (سرگودھا) کے دروازہ پر پتھر کی تختی آویزاں ہے وہ درست ہے۔

قدیم تعمیر کردہ — مولانا قطب دینؒ 1187ھ

جدید تعمیر کردہ — مولانا محمد دینؒ 1317ھ

تکمیل کردہ — حافظ سراج دین 1380ھ

ثانیاً: مولانا قطب دین اور ان کا بیٹا حافظ محمد دین اسی درسگاہ سے فارغ التحصیل تھے۔ ثالثاً: اڑھائی صد سال قبل تعمیر شدہ مسجد کوٹ بھائی خان ضلع سرگودھا کی قدیم مسجد ہے۔

حافظ محمد دین کی وفات کے بعد ان کے بھانجے حافظ سراج دین خدمت پر مامور ہوئے، وہ عمر کے آخری حصہ میں کمزور ہو گئے تو حافظ احمد دین جنجوعہ امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور ان کی وفات کے بعد اس تسلسل کو قائم رکھا۔ مزید برآں حافظ احمد دین نے بیالیس سال مسلسل مسجد اہلحدیث میں قرآن سنانے کی سعادت حاصل کی، تاہم مسجد کی خدمت کے اجر میں ایک روپیہ بھی وصول نہیں کیا۔

حافظ سراج دین نے دینی تعلیم اپنے ماموں حافظ محمد دین سے حاصل کی، وہ عالم باعمل اور خوش اخلاق تھے، وہ پریس کیا ہوا سفید لباس پہنتے تھے، وہ مقامی لوگوں کے فہم اور ذوق کو مدنظر رکھ کر پنجابی زبان میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے۔ وہ بعض اوقات منظوم تفسیر محمدی خوش الحانی سے پڑھ کر سناتے تھے، سامعین نہایت شوق سے ان کا وعظ سنتے اور اپنے عقیدہ وایمان میں تازگی محسوس کرتے۔ وہ خود بھی احادیث کا ترجمہ اشعار میں کر لیتے تھے وہ اکثر کہا کرتے تھے۔

دنیا تے محتاج نہ کرنا بندیاں دا یااللہ
آپے کم سنواریں مولانا رحمت کریں تجلی

اتفاقاً اس وقت گاؤں کی کسی مسجد میں بھی درس کا اہتمام نہ تھا اس لیے پورے گاؤں کے بچے اور بچیاں ان کے درس میں قرآن پڑھتے تھے، حافظ سراج دین نے طب کی تعلیم بھیرہ سے حاصل کی۔ حکیم غلام مرتضیٰ بھیروی انکا اہم مکتب تھا، اس لیے حافظ جی علاقہ بھر میں مشہور تھے وہ بخار اور تاپ کے علاج کے خصوصی طور پر ماہر تھے، وہ غریبوں کا مفت علاج کرتے اور دوسروں سے بھی معمولی دام وصول کرتے۔ خدمت انسانیت انکے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، رات کے کسی حصہ میں بھی کوئی دروازہ پر دستک دیتا تو وہ اسکے ساتھ چل کر مریض کو گھر میں چیک کرتے تھے۔

(جاری ہے)

تبصرہ کتاب

عبدالرشید عراقی

نام کتاب: قرآنی احکام ومسائل
تالیف: الشیخ عبدالرحمان بن ناصر بن عبداللہ السعدیؒ
ناشر: جامعہ علوم اثریہ جہلم   قیمت: فی سبیل اللہ

یہ کتاب علامہ عبدالرحمان سعدیؒ کی عربی کتاب "فتح الرحیم الملک العلام فی علم العقائد والتوحید والاخلاق والاحکام المستنبطۃ فی القرآن" کا اردو زبان میں ترجمہ ہے۔ حضرت مصنف علام نے اس کتاب میں تین علوم کو موضوع بحث بنایا ہے۔ (۱) علم التوحید والعقائد (۲) علم الاخلاق والاداب (۳) علم الفقہ (عبادات ومعاملات وغیرہ)

اسلام کی اولین اصل "عقیدہ توحید" ہے۔ اس عقیدہ کے اندر مسلمانوں کی تمام روح عبادت مضمر تھی اور اسی روح نے ان کو دائمی زندگی کی خوشخبری سنائی تھی لیکن مسلمانوں نے سب سے زیادہ اسی عقیدہ سے انحراف کیا۔ حتیٰ کہ آج اس سے بڑھ کر اور کسی اعتقاد میں وہ تجدید دعوت کے محتاج نہیں ہیں۔

علم توحید تمام علوم وفنون سے زیادہ اشرف وافضل، قدر ومنزلت کے اعتبار سے سب سے زیادہ اعلیٰ وارفع اور ضرورت کے تقاضے کے لحاظ سے سب سے زیادہ اہم علم ہے۔ اس لیے اس علم کا تعلق براہِ راست اللہ وحدہ لاشریک کی ذات اسماء وصفات اور بندوں پر اس کے حقوق سے متعلق ہے اور یہی علم اللہ تک پہنچنے کا راستہ اور تمام آسمانی شریعتوں کی بنیاد ہے۔ تمام انبیائے کرام نے توحید کی طرف دعوت دی اور ان کی زندگیاں اور جملہ کوششیں توحید کی دعوت کو پھیلانے میں صرف ہوئیں اور اسی کام کو اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے حرز جاں بنایا۔

علامہ السعدیؒ "آمد خاتم الانبیاء ﷺ" کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ تمام انبیاء ورسل کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا اور آپ کو توحید خالص کی دعوت دینے اور شرک سے ممانعت کا حکم ملا۔ زمین پر بسنے والوں سے اپنوں اور پرایوں سب نے مل کر آپ ﷺ کا مقابلہ کیا اور آپکے دشمنوں نے اپنے باطل عقائد کی مدد اور حق کو جھٹلانے کے لیے عظیم الشان گھناؤنی سازشیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب دشمنوں کو ذلیل ورسوا کیا اور اپنے نبی ﷺ اور آپ کے پیروکاروں کی ایسی مدد کی جس کی مثال رہتی دنیا تک نہیں مل سکتی اس میں ایک بہت بڑی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا توحیدی دین وایمان ہی سچا راستہ ہے اور اللہ کے علاوہ جن کو پکارا جاتا ہے وہ باطل ہیں اور اس کا آخری رسول ﷺ صادق وامین ہے اور دیگر سب جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمن ہیں وہ سب سے بڑی گمراہی، سرکشی اور بدبختی میں غرق ہیں (ص: ۱۷۳)

عبادات میں نماز کو اسلام نے مرکز عمل ٹھہرایا ہے اور نماز ہی وہ عمل عظیم ہے جو اسلام کے تمام عقائد واعمال کا جامع ترین نمونہ ہے اور اس کے ترک کردینے کے بعد تمام دائرہ اعمال منہدم ہوجاتا ہے۔ فمن اقامها اقام الدین ومن ترکها فقد هدم الدین اور اسی لیے یہ بات ہوئی کہ کان اصحاب رسول ﷺ لایرون شیئا من الاعمال ترکه کفر غیر الصلوٰة (ترمذی) یعنی صحابہ کرام کسی عمل کے ترک کردینے کو کفر نہیں سمجھتے تھے مگر نماز کے ترک کو۔ دنیا کے تمام مذاہب میں اسلام کی ایک مابہ الامتیاز خصوصیت یہ ہے کہ اس نے تمام عبادات واعمال کا ایک مقصد متعین کیا اور اس مقصد کو نہایت صراحت کے ساتھ ظاہر کردیا اور نماز کے متعلق تصریح کی۔ ان الصلوٰة تنهی عن الفحشاء والمنکر "نماز ہر قسم کی بداخلاقیوں سے انسان کو روکتی ہے" (۲۹،۴۵)

اسلام کے بنیادی ارکان میں سے زکوٰۃ تیسرا اہم رکن ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی تاکیدی حکم فرمایا ہے نماز تو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان رابطہ کا ذریعہ ہے، اس رابطہ میں مال کی محبت کی بنا پر یاد الٰہی میں جو غفلت ہوجاتی ہے اس کا موثر علاج انفاق فی سبیل اللہ یعنی مال کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنا ہے، اس کی لازمی صورت زکوٰۃ ہے اور یہ بھی تزکیہ نفس کا موثر ذریعہ ہے، زکوٰۃ صرف اس مالی امداد کو کہتے ہیں جو ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو دولت کی ایک مخصوص تعداد کا مالک ہو۔

علامہ الشیخ عبدالرحمان السعدیؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے اور یہ حکم بجالانے والوں کی تعریف اور اس حکم کی تعمیل نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور انہیں شدید وعید کے ساتھ دھمکایا ہے اور بتایا ہے کہ قیامت کے دن انہیں ان چیزوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ جن کے ساتھ انہوں نے بخل کیا، بے شک انہیں ان کے خزانوں کے ذریعے جہنم کا عذاب دیا جائے گا اور ان کی پیشانیوں اور پیٹھوں کو داغ لگائے جائیں گے اور یہ کہ زکوٰۃ کے اہم فرائض میں سے ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزکیهم بها وصل علیهم ان صلوتک سکن لهم والله سمیع العلیم ○ (۹،۱۰۳)

(اے نبی ﷺ) آپ ان کے اموال سے زکوٰۃ لیں، آپ اس کے ذریعے ان کو پاک کریں اور ان کا تزکیہ کریں اور آپ ان کے لیے دعائے رحمت کریں، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے تسکین کا باعث ہے اور اللہ تعالیٰ بہت سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔ (ص: ۲۸۱) (بقیہ: ص 13)

WEEKLY LAHORE

TANZEEM AHL-E-HADITH

فون دفتر مسئول (042) 5854010

فون مدیر اعلیٰ 6581025 (042)

تنظیم اہلحدیث

C.P.L - 104